فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 98 | 26 صفر المظفر تا 26 ربیع الاوّل 1432 ہجری یکم تا 28 فروری 2011ء | شمارہ نمبر 4-3

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نجات اور ترقی کا واحد راستہ

میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کرسکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے۔ وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ وہ اس کو چھوڑتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے۔ جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے۔ ضرور وہ اس سے روشنی لے گا۔ لیکن جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے۔ وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانے کا حصن و حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے موت اس کو درپیش ہے۔ اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے ؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔ اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے۔ اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں سے ہے اور میں اس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفس مزکی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اس کے نفس کے دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے۔ تو ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے۔ (فتح اسلام صفحہ 38)

نہیں ثانی کوئی اس کا نہ ہوگا

از: محترمہ طیبہ خانم

بڑی ہے شان فخر انبیاءؑ کی
حبیب حق محمد مصطفےٰ کی
بشر کیا کر سکے تعریف اس کی
خدا نے عرش پر جب خود ثنا کی
نہیں ثانی کوئی اس کا نہ ہوگا
قسم ہے خالقِ ارض و سما کی
اسی کا نور ہے عرشِ بریں پر
لحد میں گو چھپا ہے جسم خاکی
ضیائے روئے انور کے مقابل
حقیقت کچھ نہیں شمس الضحیٰ کی
خدا نے اس کو از راہِ تفضّل
عطا کی بادشاہی دوسرا کی
ہوئیں معراج کی شب خوب باتیں
خدا کی اور محبوب خدا کی
مجھے بھی لے چلو سوئے مدینہ
کروں گی منتیں باد صبا کی
کروں میں جان و دل اس پر نچھاور
یہ حسرت ہے دِلِ درد آشنا کی

انتخاب از: پیغام صلح 7 ستمبر 1960ء)

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تائیدات پر کامل یقین کا پیدا کرنا بانی تحریک احمدیت کا مشن تھا

حضرت اقدس کی کتاب ''کشتی نوح'' میں بیان کردہ خصوصیات کو پیدا کریں

ابتلاؤں اور آزمائشوں میں ثابت قدمی دکھائیں اور اسلام کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو جائیں

خطبہ جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقع سالانہ دعائیہ، مورخہ 24 دسمبر 2010ء

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○

ترجمہ: ''کہہ دے ہم کو ہرگز کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے۔ وہ ہمارا آقا ہے اور اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے'' (توبہ 9:51)۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم نے اپنی کتاب ''طاعون کا ٹیکہ'' جس کا دوسرا مشہور نام ''کشتی نوح'' ہے اس کی تمہید میں یہ آیت لکھی ہے اور جو ترجمہ انہوں نے کیا ہے میں اس کو پڑھتا ہوں:

ترجمہ: ''کوئی مصیبت ہرگز نہیں پہنچ سکتی بجز اس مصیبت کے جو خدا نے ہمارے لئے لکھ دی ہے وہی ہمارا کارساز اور مولا ہے اور مومنوں کو چاہیے کہ بس اسی پر بھروسہ رکھیں''۔

انگریزی تراجم میں لفظ Patron استعمال ہوا ہے اور اُردو میں حضرت صاحب نے ''کارساز اور مولا'' لکھا ہے۔ اور مولانا محمد علی صاحب نے ''ہمارا آقا'' لکھا ہے۔ میرے خیال میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب میں جو ترجمہ اختیار کیا ہے وہ زیادہ زوردار رنگ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار کرتا ہے اور اس میں اس حقیقت کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان کو اس قادر و توانا ہستی سے مدد اور استقامت کا طلبگار ہونا چاہیے۔ اس لئے ''مولانا'' کو ہم ''مولا'' ہی لیں گے۔ اور میں آپ کو یہ بتا تا چلوں کہ ''مولا'' کا مطلب کیا ہے؟

مولا کا مطلب انگریزی لفظ Patron کہنے سے مفہوم صحیح طرح ادا نہیں ہوتا۔ مولا کا مطلب ہے کسی کے قریب اور نزدیک ہونا، بغیر فاصلہ کے ساتھ ہونا، ولی، دوست، مددگار ہونا۔ اور ولی اور دوست وہ ہوتا ہے جو کسی بھی مشکل اور ضرورت کی گھڑی میں ساتھ دے اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑ جائے۔ اس لئے جب ہم مشکلات میں ہوں تو ہم مولا کو ہی پکاریں۔ اور ''کشتی نوح'' میں حضرت اقدس فرماتے ہیں: کہ خدا رفیق اور ولی اس کا بنتا ہے جو قوانین خداوندی پر قائم رہے۔ اس لئے خدا کے ساتھ دوستی کے لئے کچھ شرائط ہم پر بھی لاگو ہوتی ہیں۔

جس آیت کا انتخاب میں نے آج کے خطبہ کے لئے کیا ہے وہ اسی لئے ہے کہ آج کل ہم آزمائے جا رہے ہیں۔ ہم پر ہر طرف سے مصائب ہیں۔ ملک کو دیکھیں تو وہ مصائب میں ہے۔ اپنی جماعت کو دیکھیں تو وہ مصائب میں گھری ہے اور گھروں پر توجہ دیں تو ان کے لئے بھی مسائل اور مشکلات دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ ہم دعائیہ کے لئے جو جمع ہیں تو ہم ایک خاص فکر، ایک خاص پریشانی لے کر آئے ہیں لیکن اپنے اللہ اپنے ولی اپنے مولا پر توکّل کر کے ہمیں اسی کی طرف

رجوع کرنا ہے کہ وہ ہماری حفاظت فرمائے اور جس مقصد کو لے کر اٹھے ہیں اس میں ہماری دستگیری فرمائے۔

جو آیت میں نے ابھی پڑھی ہے اسی کی بنیاد پر ہماری جماعت قائم کی گئی ہے اس پر چل کر اس جماعت میں رہنے پر آپ کو خطرے لاحق ہوں گے اور ہر قسم کی آزمائش سے آپ کو گذرنا پڑے گا۔لیکن اس آیت میں ہمیں اور ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل ضمانت دی ہے کہ وہ ہمارا کارساز ہے، وہ ہمارا مولا ہے، وہ ایسا دوست ہے جو چھوڑ کر جانے والا نہیں ہے بشرطیکہ ہم اس کی دوستی کے مستحق ہوں۔

مولانا محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں لکھا ہے کہ ''بعض مصائب انسان کی ترقی کے لئے ضروری ہوتے ہیں''۔ تو جب آپ مصائب میں ہوں تو آپ یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ترقی درکار ہے۔ اور اگر ہم غور کریں کہ اگر یہ ترقی مقصود نہ ہوتی تو پھر اللہ تعالیٰ بندوں کو کیوں تکالیف دیتا اور پھر صبر کے ساتھ برداشت کرنے کو کہتا اور استقامت دکھانے کو کہتا اور کہتا کہ میں تمہیں ڈر اور بھوک، مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزماؤں گا۔لہذا خدا اسی وقت آزماتا ہے جب اس کو کسی قوم کی ترقی مقصود ہو اور جتنی اس کو ترقی دینا چاہتا ہے اتنا ہی وہ زیادہ آزماتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ خوشخبری انہی کے لئے ہے جو آزمائے جاتے ہیں''۔

امام وقت نے یہ عہد اپنی بیعت میں بھی کر رکھا ہے۔ اگر ہم شرائط بیعت کا تجزیہ کریں تو پانچویں شرط بھی یہی ہے کہ ''ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور **نعمت اور بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم** بڑھائے گا''۔ اور یہی دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی روح ہے۔ ایسا مقام حاصل کرنا تحریک احمدیت کا اولین مقصد ہے کہ جہاں انسان کا تمام وجود ایسا ہو جائے کہ اس کی تمام نمازیں اس کی تمام عبادات اور قربانیاں بلکہ اس کی زندگی اور موت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے بغیر شرک کے ہو۔ بعض اوقات ڈر اور خوف بھی سب سے بڑے شرک بن جاتے ہیں ۔ جب آپ اللہ کے بجائے اور چیزوں اور اسباب سے ڈرنے لگ جاتے ہیں تو وہ شرک ہو جاتا ہے۔ اس لئے عظیم درجات پانے کے لئے جو لوگ اس فلاسفی کو سمجھ جاتے ہیں وہ اپنی جان تک کی فکر نہیں کرتے اور ایسے ہی اس فلسفہ کو سمجھنے والے ہمارے صاحبزادہ عبد الطیف شہید تھے جو ہمیشہ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ دے کر ہمارے لئے تا قیامت مشعل راہ بن گئے۔ یہ صرف کہانی ہی نہیں انہوں نے جو قربانی دی ہے وہ ایک خاص وجہ سے دی اور اپنا نمونہ قائم کیا کہ اس سے زیادہ اذیتناک موت کوئی دنیاوی طریقوں سے نہیں دی جاتی لیکن اس کو برداشت کرنے کی قوت دینے والا صرف اللہ ہے اور صاحبزادہ صاحب نے کمال جذبہ ایمانی سے اس آزمائش میں پورے اترے۔ اور اللہ پر ہی آپ کو یقین کامل تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اشاعت اور دفاع اسلام کی راہ میں خدا تعالیٰ پر انتہائی ایمان دکھایا۔ طاعون جیسی وباء جو اس وقت شدت سے پھیل رہی تھی اور گھر گھر، گلی گلی اور شہر شہر میں ہزاروں لوگ مر رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے اپنے یقین محکم کی ایک بے نظیر مثال ہمارے لئے قائم کی۔ انہوں نے ایک حفاظتی علاج ٹیکہ جو طاعون سے بچنے کے لئے تھا نہیں کروایا اور اپنی جماعت کو بھی کہا کہ تم یہ نہ کراؤ کیونکہ تم کو اور مجھ کو خدا کے وعدے کے مطابق طاعون نہیں ہو سکتی ۔ یہ یقین کی انتہاء ہے۔ آپ کے اردگرد لوگ مر رہے ہیں۔ آپ بھی معمول کے مطابق ہر جگہ جا رہے ہیں۔ لیکن آپ کہتے

> زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ کہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بےنصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔

ہیں کہ طاعون کا ٹیکہ لگوانا میرے لئے اور میری جماعت کے لئے ضروری نہیں۔اوران کے یقین کا اندازہ آپ اس طرح لگا سکتے ہیں کہ جب حضرت مولانا محمد علی صاحب کو کچھ بخار ہوگیا تو لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ ان کو طاعون ہوگیا ہے۔ تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگر مولانا محمد علی صاحب کو طاعون ہوگیا تو پھر میرا دعویٰ ہی غلط ہے۔اس سے زیادہ یقین کوئی نہیں دکھا سکتا۔ایسے خدا رسیدہ لوگوں کی قوت ایمانی سے یقین حاصل ہوتا ہے کہ اور اس حقیقت پر یقین کامل پیدا ہوجاتا ہے کہ **واللہ علیٰ کل شی ان قدیر** ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبہ کی کوئی انتہاء نہیں۔اگر اللہ پر یقین نہ رکھتے تو احمدی بھی لائنوں میں ٹیکے لگوانے کے لئے لگے ہوئے ہوتے کیونکہ کس کو جان پیاری نہیں۔اور اگر ہم مذہب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ پانی جس کو ہم بے ضرر چیز سمجھتے ہیں لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا خاص موقع پر مظاہرہ کرتا ہے تو چھوٹا سا بچہ جو بعد میں جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ بنتا ہے ان کی ماں ان کو ایک ٹوکری میں ڈال کر خدا کے حکم سے دریا میں ڈال دیتی ہیں۔پانی کو کہاں سے شعور آگیا کہ اس کو دریا میں حفاظت سے چلاتا رہا اور جہاں پر شاہی خاندان کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہیں لے گیا۔اور پھر یہ بچہ اسی شاہی گھر میں پرورش پانے لگا جو اس کو قتل کرنے کے درپے تھے۔یمن کا عیسائی گورنر ہاتھیوں کے ساتھ کعبہ کو گرانے کے لئے آتا ہے۔مکہ کے لوگ ڈر کر پہاڑوں میں پناہ لیتے ہیں۔چھوٹے چھوٹے پرندے ابابیل کو کس نے یہ حکم دیا کہ کنکریاں پنجوں میں لے کر صرف ابرہہ کی فوج پر پھینکو جس سے ان میں بیماری پھوٹ پڑے اور وہ پریشانی کی حالت میں بھاگ کھڑی ہو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے فرعون سے چوری چھپے بھاگ رہے تھے تو عین وقت پر سمندر میں کیسے راستہ بن گیا اور جب فرعون کی فوج آئی تو ان کو بہا لے گئی۔اس کو بھی ہم جوار بھاٹا کے ذریعہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس خاص موقع پر جوار بھاٹا کا عمل کیسے ممکن ہوا۔اس مشکل کو کوئی حل نہ کر سکا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لئے سمندر نے بچاؤ کا راستہ بنایا لیکن فرعون اور اس کی فوج کے لئے یہی راستہ تباہی کا موجب ہوا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کیسے ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی ان قدرت نمائیوں کو جو معجزنما طریق پر صادر ہوتی ہیں دنیا میں مروجہ قانون قدرت کے ذریعہ سمجھنے یا بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ واقعات ایک خاص موقع پر کیسے وقوع پذیر ہوتے ہیں وہ ہماری اور اہل علم والوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ تمام معجزنما واقعات جن میں اللہ تعالیٰ کی خاص تائید نظر آتی ہے کیسے ہوئے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات وحی کے ذریعہ نازل کئے جو قرآن مجید میں درج ہیں۔اسی طرح طاعون کی وبا سے ہزار ہا لوگ دنیا سے رخصت ہوئے۔سینکڑوں نے اس دوران اللہ تعالیٰ کے اس تائیدی نشان کو دیکھ کر بانی سلسلہ کی بیعت کی۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طاعون کے جو جراثیم ہیں ان کو کہاں سے شعور آجاتا ہے کہ احمدی لوگوں پر میں نے حملہ نہیں کرنا، کسی احمدی گھرانے کا رخ نہیں کرنا۔اس سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ہر چیز اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے چاہے وہ جراثیم ہی کیوں نہ ہوں۔اور خدا کے انبیاء اور مامور کا خدا کی ہستی اور اس کی یقین دہانی پر اس قدر پختہ ایمان ہوتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس کو تھا اس لئے انہوں نے خود بھی ٹیکہ نہیں لگوایا اور اپنے مریدوں کو بھی نہ لگوانے کی ہدایت کی۔اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ رہے ہیں۔آگے سمندر ہے ڈوبے بغیر آگے کچھ نظر نہیں آرہا پیچھے فرعون کی فوج موت بن کر پیچھا کر رہی ہے یہ یقین ہی ہے کہ وہ آگے بڑھ رہے ہیں اور پھر سمندر ان کے لئے راستہ بنا دیتا ہے۔یہ معجزنما واقعات ایمان کی یقین کے لئے ایک سبق ہیں۔''کشتی نوح'' کا کچھ حصہ صفحہ 14 سے سناتا ہوں۔اس کو جماعت کا ہر فرد بڑے اور بچے بھی ضرور پڑھیں۔اس میں حضرت اقدس یہ لکھتے ہیں کہ ''اور اس نے یعنی خدا تعالیٰ نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ازانجملہ ایک طاعون بھی نشاں ہے۔پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہوکر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی''۔

طاعون ایک خطرناک وبائی بیماری تھی اور حضرت اقدس کے حق میں ایک تائیدی نشان تھا۔آج کل کی مشکلات اور ابتلائیں بھی طاعون سے بڑھ کر ہیں یہ

بھی اتنی ہی جانیں لے رہی ہیں۔ جس خدا کو طاعون پر کنٹرول تھا اس کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ آپ یہ یقین یہاں سے لے کر جائیں۔ آگے حضرت اقدس فرماتے ہیں: ’’سوائے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوۃ کے لائق ہے وہ زکوۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی چیز مانع نہیں وہ حج کرے (ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ یہ ہم پر مانع نہ رہے اور ہم بھی حج ادا کریں)۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی سے بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا ہے جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ کہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے‘‘۔

ان امور اور اعمال کے متعلق ہمیں بڑا غور سے سوچنا چاہیے۔ ’’کشتی نوح‘‘ کے صفحات نمبر 14 اور 17 کو بھی پڑھیں اور ان کے مطابق اپنے اندر تبدیلی لانے کی کوشش کریں۔ یہی تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنا ہے اور خدا کی تائید اور رضا حاصل کرنے کا صحیح طریق ہے۔

جن چیزوں کو ہم معمولی گناہ اور معمولی کوتاہیاں سمجھتے ہیں ان کے بارے میں حضرت اقدس فرماتے ہیں: کہ یہ کرنے والے میری جماعت میں ہیں ہی نہیں۔ ’’جو جھوٹ بولتا ہے وہ میری جماعت میں نہیں ہے۔ جو فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں نہیں ہے۔ جو دنیا کی لالچ میں پھنسا ہوا ہے وہ میری جماعت میں نہیں ہے‘‘۔ آپ دس شرائط بیعت کو بھی پڑھیں اور ’’کشتی نوح‘‘ میں درج ان شرائط اور خصوصیات کو غور سے پڑھیں جن کی حضرت اقدسؑ زوردار طریق پر تلقین فرماتے ہیں تاکہ ہم انسانی اور روحانی بلندی کو حاصل کر کے خدا کے فضل اور کرم کے وارث بن سکیں۔ آیئے ہم سب مل کر بحیثیت جماعت اس تعلیم کو پڑھیں اور اپنے عمل کو اس پر مستحکم کریں تاکہ ہمیں اللہ اس کشتی کا سوار بنا دے جو طاعون کی طرح کی وباؤں سے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ کی تائید کا باعث بنے۔ اس جماعت میں شامل ہونے کا حقیقی مقصد تقویٰ اور خدا کی حفاظت کا حصول ہے۔ اللہ پر یقین کے ٹیکہ کو لگانے کے بعد آپ کے دلوں میں شک اور ڈر اور سُستی نکل جانی چاہیے۔ آپ ایک سچے احمدی کی زندگی بسر کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اور ہمارے دلوں میں جو خوف اور کمزوریاں آگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کو کوشش کر کے دور کریں اور اللہ ہر طرح سے ہماری اور ہماری اولاد کی حفاظت فرمائے۔ ہمیں ایسا حفاظتی ٹیکہ لگا دے جس کی وجہ سے ہم اس دنیا میں اسلام کو صحیح رنگ میں پھیلانے کے جذبہ اور طاقت سے سرگرم عمل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہم پر سے پابندیاں بھی ہٹا دے اور لوگوں کے دلوں میں سے وہ نفرتیں بھی نکال دے جن کی وجہ سے ہم صبر آزما حالات کا شکار ہیں۔ آمین۔

☆☆☆☆

ختم نبوت اور اس کا تحفظ

از: قمر سانوی

چند سال پیشتر ملک دشمن عناصر نے تحفظ ختم نبوت کا نعرہ لگا کر ملک کی سالمیت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ اس کا پس منظر کیا تھا؟ اس کی تفصیل تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں شائع ہو چکی ہے۔ جماعت احمدیہ ایک خالص مذہبی جماعت ہے اس لئے اپنے مقدس امام کی ہدایات کے موجب سیاسی امور کے متعلق رائے زنی کرنا ہمارا کام نہیں مگر چونکہ غرض کے بندوں نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ختم نبوت کا بطور سسٹنٹ استعمال کیا تھا۔ اس لئے مذہبی نقطہ نظر سے تحفظ ختم نبوت کے متعلق مضمون زیر نظر میں کچھ عرض کرنا مدنظر ہے۔

تحفظ ختم نبوت کا ڈھونگ

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ختم نبوت کا تحفظ صرف وہی کر سکتے ہیں جو خود ختم نبوت کے قائل ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پرانا یا نیا نبی نہیں آ سکتا اور جو لوگ حضورؐ کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کی آمد کے منتظر ہیں وہ تو ختم نبوت کے منکر ہیں وہ اس کی حفاظت کیا کر سکتے ہیں۔ اگر تحفظ ختم نبوت کے دعویداروں کے عقیدہ کو دیکھا جائے تو وہ صریح طور پر ختم نبوت کے منافی بلکہ اس کی ہتک کرنے والا ہے کیونکہ وہ یہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں جو آخری زمانہ میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح کے لئے آئیں گے۔ ادھر قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا یہ اقرار موجود ہے کہ ''میں جہاں کہیں بھی ہوں صاحب کہ اب نبی رہوں گا'' اب اگر وہ زمین پر تشریف لائیں گے تو ان کی کتاب ان کے ساتھ ہوگی اور وہ اس پر عمل کریں گے اور ان کا منصب بھی نبی کا ہوگا۔ اور جب ایک صاحب کتاب اسرائیلی نبی حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آ گیا تو ختم نبوت کی مہر خود بخود ٹوٹ جائے گی اس صورت میں ختم نبوت کا تحفظ کس طرح ہو سکتا ہے اور ایک صاحب کتاب نبی کی آمد کے منتظر اس کے محافظ کس طرح کہلا سکتے ہیں؟

یہ ایک عجیب بات ہے کہ سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی خاتم النبین نہیں ہوا مگر اس کے باوجود ہر بعد میں آنے والا نبی اپنے سے پہلے نبی کی نبوت کو ختم کر کے اپنی نبوت کا سلسلہ شروع کرتا رہا مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کا سلسلہ حضرت ہود علیہ السلام نے آ کر ختم کر دیا اور اپنی نبوت جاری کر دی اور حضرت ہود علیہ السلام کی نبوت کو حضرت صالح علیہ السلام نے اور ان کی نبوت کو حضرت شعیب علیہ السلام نے ختم کر دیا غرضیکہ اسی طرح ہر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کی نبوت کو ختم کر کے اپنی نبوت کو جاری کرتا رہا۔ حالانکہ ان میں سے خاتم النبین کوئی نہ تھا یہاں تک کہ حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور حضورؐ سے ماقبل سب انبیاء کی نبوت تو پہلے ہی سلسلہ وار ختم ہو چکی تھی۔ آپ نے جس نبی کی نبوت کو ختم کرنا تھا وہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت تھی مگر ختم نبوت کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والوں کے عقیدہ کے مطابق حضور صلعم اپنے سے پہلے ایک نبی کی نبوت کو بھی ختم نہ کر سکے بلکہ وہ نبی اپنی نبوت اور کتاب سمیت دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سے پہلے انبیاء کو ختم نہیں کرنا تھا بلکہ اپنے بعد نبیوں کی بعثت کے سلسلہ کو ختم کرنا تھا تو اوّل تو یہ بات غلط ہے، مگر اس کو صحیح فرض کر کے بھی کل سیدھی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے عقیدہ کے موجب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور پر نور صلعم کے بعد آنا ہے اس فاسد عقیدہ کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت خاتم النبین تو خاتم النبین ہونے کے باوجود نہ اپنے سے پہلے نبی کی نبوت کو ختم کر سکے اور نہ اپنے سے بعد میں آنے والے نبی کو ختم کر سکے۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے پہلے نبی کی نبوت کو بھی ختم کر دیا اور جب وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے بعد بھی کوئی اور نبی نہ آئے گا اور اس طرح خاتم النبین وہ ہوں

گے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ نہ اپنے سے پہلے نبی کو ختم کر سکے اور نہ اسے اپنے بعد آنے سے روک سکے (نعوذ باللہ) اس طرح ''تحفظ ختم نبوت'' کے دعویدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے محافظ تو نہیں کہلا سکتے اور نہ ہی اس کا تحفظ کر سکتے ہیں البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ختم نبوت کے محافظ ضرور کہلا سکتے ہیں اور اس میں کچھ حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کے خیال میں حضرت بانی سلسلہ اور جماعت احمدیہ اسی لئے کشتنی اور گردن زدنی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دوبارہ آمد کے قائل نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جب انہوں نے ''تحفظ ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا تو اس سے ان کا مقصد حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا تحفظ تھا نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا کیونکہ اگر حضور صلعم کی ''ختم نبوت'' کا تحفظ مقصود ہوتا تو وہ سب سے پہلے حضرت مسیح کی وفات کا اقرار کرتے اور ان کی دوبارہ آمد کے عقیدہ سے بیزاری کا اظہار کرتے مگر ان کا ایسا نہ کرنے کے باوجود تحفظ ختم نبوت کا نعرہ لگانا صاف ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ختم نبوت سے ایسے لوگوں کو کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اسرائیلی نبی کی آمد کے منتظر حضورؐ کی ختم نبوت کے معتقد کہلا سکتے ہیں، ثابت ہوا کہ اس وقت ان کا یہ نعرہ محض فریب تھا جس کو حقیقت سے ایک ذرہ بھی واسطہ نہ تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ اس کے امام علیہ السلام کی زبانی سے ہے:

۱۔ اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

۲۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ روس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی نیا نہ کوئی پرانا (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

۳۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور آیت خاتم النبیین میں اور جو حدیثوں میں تبصریح بیان کیا گیا ہے یہ تمام سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ (ازالہ اوہام طبع اوّل صفحہ ۵۷۷)

۴۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجود یہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے۔ (ایام الصلح صفحہ ۴۷)

۵۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔

آپ کی تحریرات سے اس قسم کے بے شمار حوالجات پیش کئے جا سکتے ہیں مگر خدا ترس انسان کے لئے اسی قدر کافی ہیں۔ ایک طرف تحفظ ختم نبوت کے اجارہ داروں کا وہ عقیدہ اور دوسری طرف اس فرستادہ حق کا یہ عقیدہ دونوں کو بالمقابل رکھ کر یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ دونوں میں کس کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہی نہیں بلکہ اس کی بے حرمتی کرنے والا ہے اور کس کا عقیدہ حقیقتاً ختم نبوت کا تحفظ اور احترام کرنے والا کہلا سکتا ہے۔ مقام غور ہے کہ ان تحریرات کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو ختم نبوت کا منکر اور مہر نبوت کو توڑنے والا کہہ کر اس کے وفد کے خلاف تحفظ ختم نبوت کا فتنہ کھڑا کرنا صریح طور پر مخلوق خدا کو فریب دینا نہیں تو اور کیا تھا؟

جماعت ربوہ اور ختم نبوت

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں جماعت ربوہ کو پیش کر کے یہ کہا کرتے ہیں کہ وہ یہ کہتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کی قائل ہے۔ جب ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہی نہیں تو پھر اس کا بیٹا اور اس کی جماعت کی اکثریت کس طرح اس کو نبی مان سکتی ہے؟ اکثریت کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ضرور نبوت کا دعوے کیا۔ جو بات مخالف کہتے ہیں وہی موافق بھی تسلیم کرتے ہیں پھر کیوں نہ یہ تسلیم کر لی جائے کہ انہوں نے ضرور نبوت کا دعوی کیا۔ اس کا جواب یہ

ہے کہ اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے کہ حضرت مسیح موعود کی طرف مکذبین اور مصدقین کا دعویٰ نبوت منسوب کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ نے واقعی نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر بعینہ یہی بات حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق بھی موجود ہے کیونکہ علمائے یہود نے آپ کو اسی لئے واجب القتل قرار دیا کہ وہ کہتے تھے:

"اچھے کام کے لئے ہم تم کو سنگسار نہیں کرتے بلکہ اس لئے کہ تو کفر کہتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا ٹھہراتا ہے" (یوحنا ۳۲،۳۶)

مخالف علماء نے ان پر اسی لئے کفر کا فتویٰ لگایا کہ ان کے زعم میں حضرت مسیح موعود نے خدائی کا دعویٰ کیا دوسری طرف حضرت مسیح کے ماننے والوں نے بھی یہی کہا کہ "مسیح ابن مریم اللہ ہے" اگر حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف مکفرین اور مصدقین کا دعویٰ نبوت منسوب کرنا اس بات کا ثبوت ہوسکتا ہے کہ واقعی انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مخالفین اور ان کے ماننے والوں کا متفقہ طور پر ان کی طرف خدائی کا دعویٰ منسوب کرنا بھی ان کے خدا ہونے کی دلیل ہونا چاہیے۔ اگر ان کی خدائی کے دعویٰ کا ثبوت نہیں ہوسکتا تو حضرت مرزا صاحب کے مخالفوں اور موافقوں کا آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنے سے یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے کہ آپ نے واقعی نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا دعوے مثیل مسیح ہونے کا تھا اور یہ مماثلت تبھی پورے طور پر ہوسکتی تھی جبکہ حضرت مسیح ناصری کے مکفروں کی طرح مسیح محمدیؑ کے مکفر بھی آپ کی طرف وہ دعوے منسوب کرتے جو آپ نے نہیں کیا اور آپ کے ماننے والے بھی حضرت مسیح کے ماننے والوں کی طرح مکفرین کی ہاں میں ہاں ملا کر آپ کی شان میں غلو کرتے۔

جس طرح حضرت مسیح موسوی نے ان کے مکفرین کی طرف سے خدائی کا دعوے کرنے کا الزام عائد کئے جانے پر یہ کہہ کر اپنی بریت کی۔

"کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے کہا کہ تم خدا ہو جبکہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہاں میں بھیجا کہتے ہو کہ کفر بکتا ہے کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں"

آپ نے یہود کو یہ بتایا کہ میرا اپنے آپ کو ابن اللہ کہنا حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ استعارہ اور مجاز کے طور پر ہے اور اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ مجھے اس زمانہ میں اپنا پیغامبر بنانے کے لئے مخصوص فرمایا ہے مگر یہود نے آپ کی اس تشریح کو قبول نہ کیا بلکہ وہ اپنے عائد کردہ الزام پر بضد رہے چنانچہ آج تک وہ اپنے اس الزام پر بدستور قائم ہیں۔

اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا جس کے لئے مسلم کی ایک حدیث میں نبی کا لفظ آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی مکلم من اللہ ہونے کا بھی دعویٰ تھا اس کے علاوہ آپ پر نازل ہونے والے بعض الہامات میں بھی نبی اور رسول کے الفاظ آئے۔ آپ نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح نبی اور رسول کے الفاظ کی یہ تشریح فرمائی کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ مجاز اور استعارہ کے طور پر وارد ہوئے ہیں اور ان الفاظ سے محدثیت یا جزوی نبوت مراد ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

"ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے ہیں" (مجموعہ اشتہارات حصہ اوّل صفحہ ۵۷)

"سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں (نبی یا رسول۔ ناقل) سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں" (ایضاً صفحہ ۷۷)

جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے محاورہ ابن اللہ کی تشریح کی مگر یہود نے اسے قبول نہ کیا اسی طرح حضرت مسیح موعود نے نبی و رسول کے الفاظ کی بار بار تشریح کی مگر مخالف علماء نے اسے قبول نہ کیا جس طرح پہلے مسیح نے حقیقتاً خدائی کا دعوے نہیں کیا تھا اسی طرح مثیل مسیح کا دامن بھی حقیقی نبوت کے دعویٰ سے پاک تھا۔

جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں نے آپ کی زندگی میں "ابن اللہ" کو حقیقت پر محمول نہیں کیا بلکہ اس کی وفات کے بعد ان کی شان میں غلو کر کے ان کو حقیقی طور پر خدائی کا مدعی بتایا ٹھیک اسی طرح مثیل مسیح کی زندگی میں اس کے ماننے والے متفقہ طریق پر نبی اور رسول کے الفاظ کو مجاز اور استعارہ کے

طور پر استعمال کرتے اور اس سے محدث مراد لیتے رہے مگر آپ کی وفات کے بعد آپ کے ماننے والوں نے بھی آپ کی شان میں غلو کر کے ان الفاظ کو حقیقی معنوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔

جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے ماننے والواں کی اکثریت غلو میں مبتلا ہوگئی اور قلیل تعداد ان کو صرف نبی مانتی تھی اسی طرح مثیل مسیح کے ماننے والواں کی اکثریت نے بھی آپ کی شان میں غلو کیا اور جماعت کے قلیل حصہ کو اللہ تعالیٰ نے صحیح عقائد پر قائم رکھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں غلو کرنے والوں نے پاپائیت کی بنیاد رکھی بالکل اسی طرح مثیل مسیح کو نبی ماننے والوں نے ان کی تقلید کی۔

غرضیکہ دونوں سلسلوں میں مماثلت اور مشابہت کے لئے ضروری تھا کہ مثیل محمدیؐ کی شان میں اسی طرح غلو کیا جائے جس طرح مسیح موسوی کی شان میں کیا گیا تھا جو ہوکر رہا اور یہ بات حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک ثبوت ہے نہ کہ آپ کے دعویٰ نبوت کرنے کا۔

جماعت کو تنبیہ اور دعویٰ نبوت سے انکار

جس طرح حضرت مسیح السلام نے ''ابن اللہ'' کی تشریح فرما کر خدا کے دعویٰ سے اپنی بریت فرمائی اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو بار بار یہ تلقین فرمائی کہ:

''سو چونکہ (نبی یا رسول کے) لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کو معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللّٰہ و خاتمه النبین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں۔

اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجا جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنی کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں اور بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیے کہ یہاں بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری شریعت بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے اور قرآن شریف کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہتے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس سے زیادہ منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے'' (مکتوب مندرجہ الحکم ۷ اگست ۱۸۹۹)

اس مکتوب سے ثابت ہے کہ:

۱۔ آپ کے الہامات میں جو نبی یا رسول کے الفاظ آئے ہیں ان سے حقیقی نبوت یا رسالت مراد نہیں بلکہ صرف محدثیت مراد ہے یا لغوی معنوں میں نبوت

۲۔ اصطلاح اسلام میں نبی کی جو تعریف ہے اس کی رو سے آپ ہرگز نبی نہیں۔

۳۔ جماعت کی عام بول چال میں یہ نبی امر رسول کے الفاظ نہیں آئے چاہئیں۔

۴۔ جو شخص آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتا ہے۔ وہ آپ پر افترا کرتا ہے۔

۵۔ آپ کو ماننے کا دعوے کر کے جو لوگ آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے ہیں وہ شعیوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذرنے والے ہیں۔

۶۔ ہر قسم کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی دیگر تحریرات سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتا ہے اس کا یہ فعل حماقت اور جہالت اور خروج حق کے مترادف ہے۔

وعدہ حفاظت

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین فرمایا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ اس کی حفاظت خود نہ کرے کیونکہ اس نے اپنے کلام میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** چونکہ آنحضرت صلعم کو اسی ''الذکر'' میں خاتم النبین فرمایا تھا اس لئے آپ کی ختم نبوت کی حفاظت بھی اس نے خود ہی کرنی تھی جو اس طرح کی کہ جب قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین قرار دیئے جانے کے باوجود مسلمانوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں جو آخری زمانہ میں اپنی نبوت کے ساتھ آئیں گے اور دوسری طرف یہ خیال کیا جانے لگا کہ اب اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرسکتا یہ دونوں باتیں ختم نبوت کے منافی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دو عقائد فاسدہ کو بیخ دہن سے اکھاڑنے کے لئے اپنے وعدہ کے موجب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے آکر ایک طرف یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیح ناصری جو صاحب کتاب اسرائیلی نبی تھے وہ فوت ہو چکے ہیں اب خاتم الانبیاء کے بعد نہ کوئی اسرائیلی نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے، دوسری طرف آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم غیب حاصل کر کے سینکڑوں پیشگوئیاں کیں جن سے یہ ثابت کیا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے یہ معنی بھی نہیں کہ آپ کی غلامی میں بھی خدا تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرے گا۔ بلکہ سلسلہ مبشرات امت میں جاری ہے جن کا زندہ ثبوت میں ہوں۔

آپ نے ایک طرف یہ کہہ کر کہ:

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سر بسر
اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر

قرآن کریم کی بیسوں آیات سے وفات مسیح ثابت کر کے آنحضرت صلعم کے بعد ہر قسم کی نبوت کو مسدود قرار دے کر ختم نبوت کی حفاظت کی تو دوسری طرف

چوں کافراز ستم بپرستد مسیح را   غیوری خدا بسرش کرد ہمسرم

کہہ کر ختم نبوت کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا مگر اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ مسیح کی ہمسری سے آپ کی مراد دعویٰ نبوت ہے اس لئے اس کی فوراً یہ کہہ کر تردید کی کہ:

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ہستم و ز خدا وسند منذرم

الغرض یہ وہ جری اللہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی حفاظت کے لئے اس وقت بھیجا جبکہ حضرت خاتم النبین صلعم کے بعد دنیا ایک صاحب کتاب نبی کی آمد کے لئے چشم براہ تھی اور اپنے زعم میں مسلمان بھی الہام الٰہی پر مہر لگا بیٹھے تھے۔ اس فرستادہ حق نے آکر حج قاطعہ سے یہ ثابت کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا اور اس عقیدہ سے ختم نبوت کی جو بے حرمتی ہوتی تھی اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے آئندہ کے لئے اس خطرہ کا کلیتہً انسداد کر دیا۔ پھر حضرت مسیح ناصری کی امت کی طرح جب آپ کی وفات کے بعد آپ کی جماعت کے کثیر حصہ نے افتراء کے طور پر آپ کی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی جماعت کے کمزور اور نہتے مگر غیرت ایمان رکھنے والے قلیل گروہ کو ایک توفیق یافتہ مرد مجاہد کی سرکردگی میں اس غالیانہ اور مفتریانہ عقیدہ کے خلاف قلمی جہاد کرنے کی توفیق عطا فرما کر ''تحفظ ختم نبوت'' کا کام لیا۔ چونکہ اس منصوبہ کو عالم رویا میں حضرت سلطان القلم کے واسطہ سے آسمانی قلم عطا ہوا تھا اور اسے اپنے عقائد کی صداقت پر یقین کامل تھا اس لئے اس نے اپنی قلت اور بے مائگی کی پروا نہ کرتے ہوئے یہ اعلان کیا:

''میں یہی الفاظ دہراتا ہوں کہ **من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ** ہمت کر کے عقائد صحیحہ پر ڈٹے رہو وقت بالکل قریب ہے کہ نہ صرف مسلمانوں کے غلط عقائد ہی دور ہو جائیں گے بلکہ قادیانی جماعت بھی نبوت اور کفر کے مسائل سے رجوع کر لے گی''

حضرت مسیح موعودؑ کی بریت

تحفظ ختم نبوت کی تحریک احمدیت کو دنیا سے مٹانے کے لئے اٹھی اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے ختم نبوت کی ہتک کی ہے اس لئے مخالفین ختم نبوت مرزائیوں کو ختم کر کے ختم نبوت کا تحفظ کریں گے۔

چونکہ یہ ایک ظلم عظیم تھا جو اس مامور پر کیا جارہا تھا جس نے صحیح معنوں میں ختم نبوت کا تحفظ کر کے دکھایا تھا اور اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ یہ وعدہ تھا کہ **لا نبقی لک من المخزیات ذکریٰ** کہ جو ذکر تیری رسوائی کا موجب ہیں خواہ وہ تیرے منکروں کی طرف سے ہوں یا تیرے ماننے والوں کی طرف ہوں ہم ان میں سے کوئی ذکر بھی باقی نہ چھوڑیں گے ۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ کی طرف دعویٰ نبوت کا منسوب کرنا آپ کی رسوائی کا موجب تھا کیونکہ جس چیز کے تحفظ کے لئے آپ نے متواتر تیس سال جدوجہد فرمائی اسی کو توڑنے والا آپ کو بتانا سب سے بڑی رسوائی تھی جس کا موجب مکفر اور مکذب دونوں ہو رہے تھے اور جب اس افتراء کی انتہاء ہوگئی تو غیرت الٰہی نے اپنے فرستادہ کو اس الزام سے بری ثابت کرنے کے سامان پیدا کر دیئے وہ یوں کہ اس تحریک کی وجہ سے ہونے والے فسادات کی تحقیقات کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے ایک تحقیقاتی عدالت بٹھائی گئی جس میں آپ کے مخالفین سے عدالت نے یہ سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جھوٹے مدعیان نبوت کے نام بتاؤ ۔ انہوں نے ان سب لوگوں کی فہرست پیش کر دی جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ پیش کیا تھا مگر تصرف الٰہی کے ماتحت اس فہرست میں حضرت مرزا صاحب کا نام انہوں نے نہیں لکھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے قلم اور زبان سے یہ ثابت کرا دیا کہ آپ جھوٹے مدعیان نبوت میں شامل نہیں اور یہ کہ آپ نے کوئی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا یہ الزام لگانے والے مکفرین کے بعد ماننے والوں کے اس خلیفہ سے جو یہ کہتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور آپ نے نبوت کا دعوے کیا یہ سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کتنے سچے نبی ہوئے تو انہوں نے جواب دیا کہ:

''میں کسی کو نہیں جانتا ۔ اور اس اعتبار سے کہ ہمارے رسول کریم کی حدیث کے مطابق آپ کی امت علماء تک میں آپ کی عظمت اور شان کا انعکاس ہوتا ہے سینکڑوں اور ہزاروں ہو چکے ہوں گے'' (عدالتی بیان خلیفہ صاحب صفحہ ۲۸)

پھر جب ان سے یہ سوال کیا کہ کیا مرزا صاحب نے اپنی وحی کو ''وحی نبوت'' کے برابر قرار دیا تو اس کا جواب بھی خلیفہ صاحب نے یہی دیا کہ:

''مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی وحی کو وحی نبوت کے برابر قرار نہیں دیا'' (رپورٹ صفحہ ۱۹۹)

ان کے اس جواب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے موجب پہلے بھی محدث ہوئے اور حضرت مرزا صاحب بھی انہی میں سے ایک ہیں ان کی وحی بھی وحی نبوت نہ تھی بلکہ وحی ولایت تھی اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی ہمیشہ اپنی وحی کو وحی ولایت ہی سمجھا اور اسے کبھی بھی ''وحی نبوت'' کے برابر قرار نہیں دیا ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی وحی کو ''وحی نبوت'' کے برابر قرار نہ دے وہ نبوت کا مدعی کس طرح ہو سکتا ہے؟ اگرچہ تحریک ختم نبوت کے بانیوں نے یہ فتنہ احمدیت کو مٹانے کے لئے اٹھایا تھا مگر

عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما در آں باشد

کے موجب وہ خود مٹ گئے اور اپنی شہادت اس امر پر کر گئے کہ وہ خود ختم نبوت کے محافظ نہ تھے بلکہ ایک غلط عقیدہ کی بناء پر وہ اس کے توڑنے والے تھے اور ہمیشہ کے لئے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس زمانہ میں ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جس شخص کو خدا نے بھیجا وہ سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا صاحب قادیانی علیہ السلام تھے اور آپ کے موافق اور مخالف جو آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے تھے دونوں نے عدالت کے سامنے اس الزام کو واپس لے کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ دونوں ہی افتراء سے کام لے رہے تھے ۔

ختم نبوت کا حقیقی محافظ اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدّد بھیجنے کا جو وعدہ فرمایا اس کے موجب چودھویں صدی کا مجدد ہی ختم نبوت کے تحفظ کی خدمات سرانجام دے سکتا تھا جو اس نے کما حقہ انجام دیں اور یہ ثابت کر دکھایا کہ ''تحفظ ختم نبوت'' اللہ تعالیٰ یا اس کے فرستادہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں کر سکتا اور ان کے سوا جو یہ دعویٰ کرتا ہے وہ مخلوق خدا کو دھوکہ دیتا ہے ۔ غرضیکہ ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' میں سعید ارواح کے لئے بہت سے نشانات ہیں کیا کوئی ہے جو ان پر غور کرے اور فائدہ اٹھائے؟

☆☆☆☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی پاکیزہ جھلکیاں

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ۔ ایم۔اے

آج بظاہر دنیا گلوبل ویلیج بن گئی ہے، فاصلے مٹ گئے ہیں۔ کائنات ایک گھر کی طرح نظر آتا ہے۔ مگر اس قربت کے باوجود دوری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان بڑھتے ہوئے فاصلوں کو کیسے مٹایا جائے۔ بے ادبی کی فضا کو ادب میں اور نفرتوں کو محبتوں میں کیسے بدلہ جائے؟

ان کے لئے ہمیں سرور کائنات ؐ کی سیرت کی چند جھلکیاں دیکھنی ہوں گی۔ یوں تو آپ کی سیرت کے بے شمار پہلو ہیں مگر اس وقت میں صرف آپ کی روزمرہ زندگی کے معمولات کا ذکر کروں گی۔ حضرت مسیح موعودؑ رسول پاک کی سیرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ کے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوتا۔ آپ مولیٰ کے حضور گڑگڑاتے۔ امت کی اصلاح کے لئے دعائیں کرتے۔ بگڑی ہوئی انسانیت کو سنوارنے کے لئے عرش الٰہی کو ہلاتے۔ کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے۔ پھر نماز فجر کے بعد صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرماتے ہوتے۔ ان کا حال احوال دریافت فرماتے۔ ان میں اگر کوئی غیر حاضر ہوتا تو اس کے بارہ میں معلوم فرماتے اگر کوئی صحابی سفر پر گئے ہوتے تو اس کے لئے دعا کرتے۔ کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کرتے۔

آپؐ اپنے گھر تشریف لاتے تو گھر کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصّہ خدا کے لئے وقف کرتے۔ ایک حصّہ اہل خانہ کے لئے اور ایک حصّہ اپنے لئے۔ پھر اپنے حصّہ کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان بانٹ لیتے اور اس میں خاص صحابہؓ کے ذریعہ عام لوگوں تک دین کی باتیں پہنچاتے اور ان سے کوئی بات بچا کر نہ رکھتے۔ ملاقات کے لئے اجازت دینے میں امت کے اہل فضل لوگوں کو ترجیح دیتے۔ دین میں فضیلت کے لحاظ سے ان کی تقسیم ہوتی تھی۔ ان میں سے بعض کو ایک حاجت ہوتی بعض کو دو اور بعض کو کئی حاجتیں ہوتیں۔ آپ ان کی حاجت روائی میں ان کے ساتھ مصروف رہتے اور ان کے سوالات پر انہیں ایسے کاموں میں مصروف کرتے جو ان کی اور امت کی اصلاح کریں۔ اور ایسی باتوں سے آگاہ کرتے جو ان کے لئے مفید ہوتیں اور فرماتے تم میں سے جو حاضر ہیں وہ غیر حاضروں تک یہ باتیں پہنچائیں اور مجھ تک اس شخص کی حاجت پہنچاؤ جو اپنی حاجت پہنچا نہیں سکتا۔ کیونکہ جو کسی ایسے شخص کی حاجت حاکم تک پہنچائے جسے وہ خود پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ثبات قدم بخشے گا۔ لوگ آپ کے پاس طالب بن کر آتے اور بغیر کچھ لئے واپس نہ جاتے۔ با مقصد کلام فرماتے۔ ہر قوم کے معزز افراد کی عزت کرتے۔ صحابہؓ کے حالات دریافت فرماتے رہتے۔ اچھی بات کی تعریف اور اسے تقویت دیتے اور بری بات کی برائی بیان کرتے اور اس کا زور توڑتے۔ آپ ہر امر میں میانہ رو تھے۔ تضاد سے پاک تھے۔ آپ اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی کرتے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''آپ ہمیشہ مسکراتے رہتے ضرورت مند کی ضرورت پوری کرتے۔ دوسروں کو بھی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ فرماتے اگر کسی ضرورت مند کو دیکھو تو اسے دے سکتے ہو تو دو ورنہ اس کی مدد کے لئے دوسروں کو تحریص کرو۔ کیونکہ نیک سفارش کا بھی اثر ہوتا ہے (بخاری کتاب الادب)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک بڑا مقصد رشتوں کا تقدس اور احترام تھا اور ان رشتوں کے حقوق کا قیام تھا۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا تعلیم دے کر مبعوث کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس تعلیم کے ساتھ کہ اللہ کی عبادت ہو اور رحمی رشتوں کو نیکی اور حسن سلوک کے ساتھ استوار کیا جائے۔

رحمی رشتوں میں اولین رشتہ والدین کا ہے۔ پھر بیوی، اولاد، بہن، بھائی، خالہ، چچا وغیرہ۔ رسول اللہ نے ہر ایک کا حق قائم فرمایا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا ماں، پھر پوچھا ماں تیسری بار پوچھنے پر بھی فرمایا ماں اور چوتھی بار پوچھنے پر فرمایا باپ۔

ایک شخص کے پوچھنے پر کہ کیا والدین کی موت کے بعد بھی ان کی صلہ رحمی کا کوئی حق رہ جاتا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ والدین کے لئے دعائیں کرنا ان کے رحمی رشتہ داروں سے حسن سکول کرنا جن کے ساتھ صرف والدین کی طرف سے

رشتہ ہو۔ پھر ان کے لئے بخشش کی دعا کرنا اور ان کے عہد کو وفا کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں صلہ رحمی یہ نہیں کہ رشتے داروں کے حسن سلوک کا بدلہ دیا جائے۔ بلکہ اصل صلہ رحمی تو یہ ہے کہ رشتہ توڑنے والوں سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر رشتہ داروں نے دعویٰ نبوت کی وجہ سے آپ کی بھرپور مخالفت کی اور تنگ کرنے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ اس کے باوجود آپ فرماتے۔ ''بیشک قریش کی فلاں شاخ میرے دوست نہیں رہے بلکہ دشمن ہوگئے ہیں۔ مگر آخر میرا ان سے ایک خونی رشتہ ہے۔ میں بہرحال ان کے حقوق اس رحمی تعلق کی وجہ سے ادا کرتا رہوں گا'' (بخاری کتاب الادب)

آپ نے اپنی جامع اور کامل تعلیم کے ذریعہ سب سے بڑی خدمت بنی نوع کی یہ کی کہ ان کی جان اور مال اور عزت اور عفت کی حرمت قائم فرمادی۔ آپؐ نے تو اپنا فرمانبردار ہی اسے قرار دیا جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں۔ اور مومن اسے قرار دیا جس سے تمام دوسرے انسان امن میں رہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کون سے لوگ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں اور وہ کونسے اعمال ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے پیارے وہ لوگ ہیں جو دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کو خوش رکھے یا اس کی تکلیف دور کرے۔ پھر فرمایا: کسی شخص کی ضرورت پوری کرنا میرے نزدیک ایک ماہ تک اعتکاف بیٹھنے سے زیادہ اچھا ہے۔ فرمایا جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے اللہ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اور جو شخص باوجود بدلہ کی طاقت کے اپنے غصہ پر قابو پاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا دل امید سے بھر دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے نکلتا ہے اور پھر اس کا کام کر کے لوٹتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس ے ثبات قدم بخشے گا۔ جبکہ اس دن تمام لوگوں کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے (طبرانی جلد 12 صفحہ 453)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ صادر ہوگیا ہے۔ میری توبہ کا دروازہ کیسے کھل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تو کیا تمہاری خالہ زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تم اس کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اس کی دیکھ بھال کرو تو تمہارے گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔ تمہاری توبہ قبول ہوسکتی ہے (ترمذی)

پھر حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا ''شرک کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں خدا ان میں سے جس قدر چاہتا ہے بخش دیتا ہے مگر نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخشتا بلکہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو موت سے پہلے اس کی زندگی میں ہی جلد سزا دے دیتا ہے (مشکوۃ کتاب الادب)

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: مومنین میں سے کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جو خوش اخلاق ہو اور اپنے اہل وعیال پر بہت مہربان ہو (ترمذی کتاب الایمان)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جو خوش اخلاق ہو اور تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو۔ (ترمذی کتاب الرضاع)

بعض لوگ باہر دوست احباب میں بہت خوش ہوتے ہیں۔ رشتہ داروں، ہمسائیوں کے کام سرانجام دینا فخر سمجھتے ہیں مگر گھر میں پانی کا گلاس بھی خود سے پینا دوبھر ہوتا ہے۔ کوئی معمولی سا کام کرنا بھی پہاڑ لگتا ہے لیکن دیکھیے سرکار دو عالمؐ صرف اپنے ساتھیوں کو بیویوں سے حسن سلوک اور خوش اخلاقی کی تعلیم ہی نہیں دیتے بلکہ عملاً خود بھی اس تعلیم پر اس خوبی سے عمل پیرا ہیں کہ ایک وقت میں آپ کے ہاں نو بیویاں موجود رہیں۔ تمام احادیث کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے کوئی ایک بھی آپ کو گلہ کرتی نہ ملے گی۔ بلکہ آپ کی گھریلو زندگی کیسی سادہ اور پرسکون تھی اس کا تذکرہ ہمیں یوں ملتا ہے۔ اہل خانہ کی مدد فرماتے۔ ہاتھ سے کام کرنا عار نہ سمجھتے۔ عام آدمی کی طرح گھر میں کام کرتے۔ کپڑے ٹھیک کر لیتے۔ پیوند لگا لیتے۔ ضرورت پر جوتا بھی ٹانک لیتے۔ جھاڑو بھی دے لیتے حسب ضرورت جانوروں کو چارہ ڈال لیتے اور دودھ دوہ لیا کرتے خادم تھک جاتا تو ان کی مدد فرماتے۔ آپ اپنے ہمسائیوں کا خیال رکھتے اور ان کی بکریوں کا دودھ دوہ دیتے۔ (الشفا باب کتاب التواضع)

آخر میں یہی کہوں گی کہ اگر ہم اس رنگ میں رنگ جائیں۔ اس تعلیم کو اپنا لیں۔ اس اسوہ حسنہ سے حسین بن جائیں تو نفرتوں کے دریا خشک ہوجائیں گے۔ پیار وایثار اور محبت وشفقت کی وہ جنت تعمیر ہوگی جس کی ہم میں سے ہر ایک کو ضرورت اور طلب ہے۔

تصویری جھلکیاں

تقریبات عید میلادالنبیؐ: دارالسلام، لاہور میں تقریب میلادالنبیؐ کی تصویری جھلکیاں

پشاور جماعت میں تقریب عید میلادالنبیؐ کے مناظر

لیزر کی سالانہ تقریب اور سرگرمیاں

پروگرام شبان الاحمدیہ مرکزیہ

بچوں کے لئے ''نماز ترقی کی راہ'' کے موضوع پر منعقدہ پروگرام کی جھلکیاں

فاروقی سلیمی ٹرسٹ کی طرف سے شوکت خانم ٹرسٹ کو امداد برائے سیلاب زدگان

ربیعہ علی نے لاہور گرامر سکول میں 100 میٹر ریس جیتنے پر گولڈ میڈل حاصل کیا
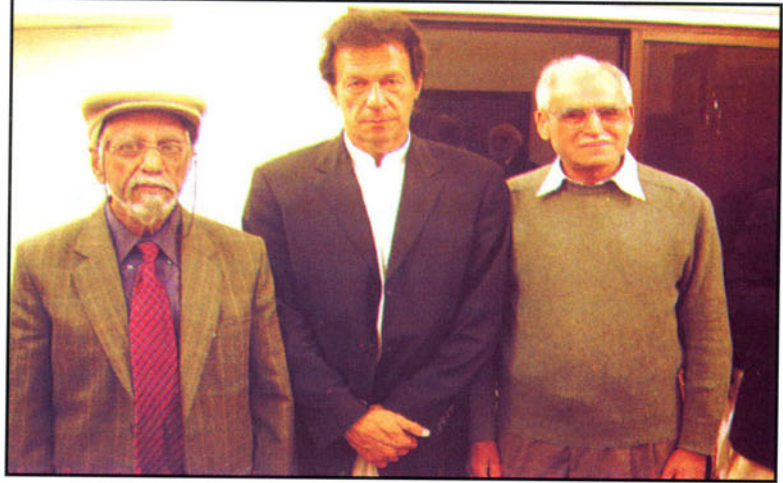
کراچی میں عید میلاد النبیؐ کے موقع پر بچوں کی بھرپور شمولیت
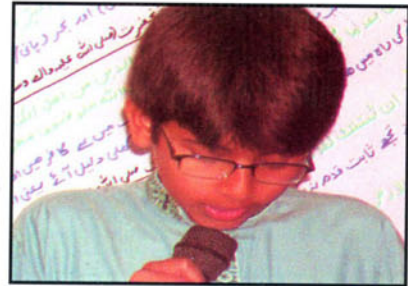
عقیدہ ختم نبوت امنِ عالم کا ضامن ہے

از قلم: الحاج حافظ محمد حسن صاحب

اسلام اور ختم نبوت

جو امور اسلام کو دوسرے ادیان پر ممتاز کرتے ہیں۔ ان میں ایک عقیدہ ختم نبوت کا ہے۔ اس وقت دنیا میں اسلام اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ختم نبوت کے نظریہ کے ذریعہ تمام عالم انسان کو باہم مربوط کرنے کی دعوت دے رکھی ہے۔ ایک واحد خدا کی حکومت اور ایک واحد الہامی کتاب کے ذریعے قانون ربانی کا نفاذ اور ایک واحد نبی کا قابل تقلید نمونہ یہ تین وہ خصوصیات ہیں جن کی بناء پر اسلام اس امر کا داعی ہے۔ کہ وہ تمام نسل انسانی میں وحدت کی روح پھونک سکتا ہے۔

خطرات میں گھری ہوئی انسانیت

آج انسانیت تاریخ کے ایسے دوراہے پر کھڑی ہے کہ کسی قوم کی ایک چھوٹی سی لغزش تمام نسل انسانی کو بھسم کر سکتی ہے۔ چند برائے نام غیر جانبدار ممالک کو چھوڑ کر اس وقت اقوام عالم دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک حصہ کی قیادت اشتراکیوں کے ہاتھ میں ہے جو خدا سے برگشتہ اور مذہب کے منکر ہیں۔ دوسرا حصہ مغربی جمہوریتوں کا ہے جن کے ساتھ بعض غیر یورپی ممالک بھی وابستہ ہیں۔ اسلامی ممالک ماسوائے پاکستان کے انتشار کی حالت میں ہیں۔ بعض سنجیدہ اور ذہین مفکرین افرنگ اس بات پر غور کر رہے ہیں۔ کہ کس طرح دنیا میں ایک عالمی حکومت قائم کی جائے جس کے پاس اپنی ایک بین الاقوامی فوج ہو، تا باقی ممالک کو (سوائے پولیس کے) بالکل غیر مسلح کر دیا جائے مگر واقعات یہ بتلا رہے ہیں کہ ان کا یہ خواب غالباً جلدی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

اشتراکیت کے علمبردار دنیا پر اپنے نظریات بذریعہ مکروفریب وقوت وتشدد ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ مگر انسانی فطرت ان کے ملحدانہ نظریات کو آسانی سے قبول نہیں کر سکتی۔ خدا کی پرستش انسانی فطرت میں مرکوز ہے وہ اس سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ اشتراکیوں کے بالمقابل امریکی حصہ ہے۔ امریکہ ایک سرمایہ دار ملک ہے۔ امریکہ اور اس کے سیاسی ہم نوا ممالک میں دولت کی غیر مساوی تقسیم ہے۔ جس سے طبقاتی کشمکش پیدا ہو گئی ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی آزادی کی وجہ سے لوگ اخلاق کی قیود کو توڑ کر بے راہ روی پر اتر آئے ہیں۔ جرائم کی کثرت ہے عورتوں کی آزادی نے عائلی مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ جنسی گناہ برسر عام ہو رہے ہیں۔ اس کے برخلاف اشتراکی ممالک میں آزادی بالکل مسدود ہے۔ فرد کی شخصیت اور انفرادیت ختم ہو چکی ہے۔ انسان بالکل ایک مشین کا پرزہ بن کر رہ گیا ہے۔ جس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ پیٹ کا مسئلہ ہے۔ اشتراکیت صرف اس مسئلہ کا حل کر کے سمجھتی ہے کہ اس نے تمام نسل انسانی کے مسائل کو حل کر دیا ہے۔ انسانیت کی اصل بیماری کا مداوا نہ اشتراکیوں کے پاس ہے اور نہ جمہوریتوں کے پاس۔ ایک بلاک کے افراط کا طریق اختیار کیا اور دوسرے نے تفریط کا۔

عالم انسانی کو اس وقت کسی اعتدال کے مسلک کی ضرورت ہے۔ جو تمام انسانی مسائل کو حل کر سکے۔ اور انسان کی مادی ضروریات کے علاوہ اس کے اخلاقی اور روحانی تقاضوں کو بھی حل کر سکے۔ یہ دو حصے ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ ان کی رقابت سیاست میں، معاشرت میں، سائنس وفلسفہ میں۔ دوسرے ممالک سے تعلقات قائم کرنے میں ہر وقت نمایاں ہو کر ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اور جنگ کا دیو خونی آنکھیں نکالے دنیا کو کھا جانے کے لئے نتھنے پھلائے بیٹھا ہے۔

نبوت اور اسلام

نبوت کا جو تصور اسلام نے دیا ہے۔ وہ دنیا کے تمام مروجہ مذاہب سے علیحدہ ہے۔ غیر مسلم کے نظریہ کی رو سے نبوت ایک ایسا ملکہ ہے جو خود سوچتا غور کرتا اور منصوبے بناتا ہے۔ اس کی تمام کوشش اس کے غور وفکر کا نتیجہ ہے۔ مگر اسلام کا نبی ایک ایسی شخصیت ہے جسے خود دست قدرت تیار کرتا ہے جس کے قلب پر الٰہی تجلیات ہوتی ہیں اور خارج سے اسے الہام کیا جاتا ہے۔ ایسے الہام میں الفاظ تک اپنے نہیں ہوتے چہ جائیکہ اس میں اپنے غور وفکر کا دخل ہو۔ خدا کا منشا نبی کے قلب

پر خدا کے اپنے الفاظ میں القا کیا جاتا ہے۔ اور نبی بالکل مشین کی طرح ہوتا ہے۔ جس کے تمام پرزے براہ راست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے جنبش میں آتے ہیں۔ اس کا قول اللہ تعالیٰ کی گفتار ہوتی ہے اور اس کا عمل فرمان الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔

قرآن ایک ہی محفوظ کلام الٰہی

اس وقت دنیا میں سوائے قرآن مجید کے اور کوئی کتاب یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ میں ایک الہامی کتاب ہے۔ انجیل مسیح کی وفات کے سینکڑوں سال بعد اس کی زندگی کے غیر مصدق واقعات کی ایک تاریخ ہے۔ وید کی زبان نہ کہیں بولی جاتی ہے اور نہ کہیں سمجھی جاتی ہے۔ یہی حال دوسری الہامی کتابوں کا ہے۔ مذہبی کتابوں میں صرف قرآن ہی ایک الہامی کتاب ہے جسے لاکھوں مسلمان سینوں میں محفوظ کئے ہوئے ہیں اور کروڑوں سینوں سے لگائے ہوئے ہیں۔ قرآن کا جو نسخہ عرب میں ہے۔ وہی انڈونیشیاء ہے جو چین میں ہے وہی سپین ہے جو امریکہ میں ہے وہی افریقہ ہے۔ تو گویا دنیا میں قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی محفوظیت کا اعلان کر سکتی ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا قرآنی اعلان گذشتہ ۱۴۰۰ برس سے معجزانہ طور پر سچا ثابت ہوتا چلا آرہا ہے۔

ایک ہی تاریخی نبیؑ

اس اعلان کے ساتھ ہی اسلام دنیا کے سامنے ایک ایسا نبی پیش کرتا ہے جس کی ہستی ایک تاریخی ہستی ہے جس کے زندگی کے واقعات اور قرآن پر عمل کرنے کے کارنامے تاریخ نے محفوظ کر لئے ہیں۔ اور جو اس وقت دنیا میں ظہور کرتا ہے جبکہ دنیا کے مختلف ممالک میں باہمی روابط قائم کرنے کے ذرائع اس قدر وسیع ہونے والے تھے کہ جس سے انسانیت ایک کنبہ کی حیثیت حاصل کر سکے۔

ختم نبوت کی خصوصیات

قرآن کریم نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاءؐ پیش کر کے حسب ذیل امور کو مدنظر رکھا ہے۔

ا۔ انبیا اور ان کی کتابوں پر ایمان

اس جلیل القدر نبیؐ نے سابقہ تمام مذاہب کا احترام کیا۔ تمام کتب مقدسہ کی تکریم دلوں میں پیدا کر دی اور تمام انبیاء سابقہ پر ایمان لانا مذہب کا جزو بنا دیا۔ اور یوں مذہبی دنیا سے منافرت اور مخالفت کے جراثیم کا قلع قمع کر دیا۔ کتب سماویہ کے متعلق یہ اعلان کیا کہ وہ اپنی اصلی حالت میں پاک تعلیموں کو لے کر نازل ہوئی تھیں۔ مگر انسانی ملونی سے نہ بچ سکیں اور محرف اور مبدل ہو کر اصلی نور سے محروم ہو گئیں۔ اگرچہ ابتداء میں وہ اپنی اصلی شکل میں خدا کی طرف سے تھیں اور انسانی ہدایت کے لئے اپنے وقتوں میں اپنے اپنے انبیاء پر نازل ہوتی رہیں۔ اب ان تمام تعلیمات کا نچوڑ قرآن میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اور جس عظیم الشان انسان پر قرآن نازل ہوا ہے وہ دنیا کے تمام سابقہ انبیاء کا مصدق ہے اور جو قرآن کو مانتا ہے وہ انجیل مقدس تورات وید اور دیگر تمام نوشتوں کو بھی مانتا ہے۔ جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا۔ اس نے ساتھ ہی حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور یعقوب علیہ السلام عیسٰیؑ، موسٰیؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ، سلیمان و داؤد علیہ السلام کو تسلیم کر لیا۔ ایسے عظیم الشان نبی کے بعد کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان ایک دفعہ متحد و متفق ہو جائے تو اس میں مزید انتشار کیوں پیدا کیا جائے۔

۲۔ مساوات نسل انسانی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے خدا تعالیٰ نے انسانی مساوات کو بدرجہ کمال قائم کر دیا۔ سابقہ انبیاء علیہ السلام تو صرف محدود قوموں اور ملکوں کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ مگر حضرت محمد الرسول اللہ تمام نوح انسانی کے لئے ہادی و مقتدا ہیں۔ قرآن کریم نے نسلی لونی اور لسانی امتیازات کو مٹا دیا۔ اور وہ تمام انسانوں کو ایک سطح پر لا کر مخاطب کرتا ہے۔ اس کا عام خطاب یا ایھا الانسان ہے اور اسی خطاب سے امریکہ کا سفید گورا چٹا انسان اور افریقہ کا کالا کلوٹا انسان مخاطب کیا جا رہا ہے اور جس نے اس کی تعلیمات کو مان لیا ہے۔ خواہ وہ براعظم افریقہ کا باشندہ ہو یا برطانیہ عظمٰی کا رہنے والا ہو اسے یا ایھا المومنون کہہ کر پکارے گا۔ اس کی تعلیم پر عمل کر کے ہر انسان بلا تمیز نسل و وطن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ان اکرمکمہ عند اللہ اتقاکم کا سرٹیفکیٹ ہر اس انسان کے لئے تیار ہے جو گناہوں سے بچتا اور نیکی کے کام کرتا ہے بلالؓ حبش میں پیدا ہو کر عربوں کا سرتاج بن گیا۔ سہیلؓ روم میں پیدا ہوا اور عرب سوسائٹی کا تارا بن کر چمکا۔ اس دور کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ بعض قومیں اپنے نسلی تفاخر کو ایک عقیدہ کی طرح پیش کر رہی ہیں۔ سفید گوری چٹی نسلیں دوسروں کو پست اور ذلیل خیال کرتی ہیں۔ جس سے انسانوں میں ایک ناقابل عبور اور وسیع خلیج پیدا ہو گئی ہے۔ محمد رسول اللہ نہ

صرف اس وقت کی تمام قوموں اور تمام نسلوں کے نبی ہیں۔ بلکہ قیامت تک کی پیدا ہونے والی نسلوں کے نبی ہیں۔ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب کے اندر ایسے محکم اصول بیان کر دیئے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر تمام انسانیت پوری نشوونما حاصل کر سکتی ہے۔ اس لئے اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی اور الہامی کتاب کی ضرورت ہے۔

۳۔ خاتم الکتب کے عالمگیر اصول

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس میں عالمگیر اصول بیان کر دیئے گئے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں افراد اور اقوام اپنے اپنے حالات کے مطابق قوانین اور قواعد مرتب کر سکتے ہیں۔ تعلیمات قرآنی نے ایک دائرہ کھینچ دیا ہے جس کے اندر انسانوں کو پوری آزادی ہے کہ وہ اصولوں کی حدود کو نہ توڑ کر فروعات اپنے حسب حال وضع کر سکتے ہیں۔ پس قرآن کریم کے ذریعے انسان کو ایک طرف مضبوط، مکمل اور صحیح ہدایت اور روشنی مل رہی ہے۔ دوسری طرف اس کی عقل کی ترقی ونشونما کے لئے ایک وسیع میدان بخشا گیا ہے۔ جس کے اندر رہ کر وہ اپنے عروج کی تمام منازل طے کر سکتا ہے۔ اب اسے مزید کسی ہدایت کی ضرورت نہیں موجودہ انسان کی ساخت قدرت نے جس طریق پر کی ہے اس کے خالق نے اسے مدنظر رکھ کر اس کی ترقی کے سامان بھی مہیا کر دیئے ہیں۔ اس لئے اب قیامت تک کے لئے قرآن کریم ہی سرچشمہ ہدایت ہے۔ جس کی تعلیمات پر عمل کر کے انسان بڑے سے بڑا کمال حاصل کر سکتا ہے اور محمد رسول اللہ ہی ایک ایسے مثالی نمونہ ہیں جن کے نقش پر چل کر انسان انسانیت کے بلند ترین مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے قرآن خاتم الکتب ہے اور محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء۔

۴۔ سابقہ نبوتوں پر ایمان اور آئندہ نبوت کی نفی

گذشتہ تمام انبیاء علیہ السلام محمد رسول اللہ کی ذات میں جمع ہیں یعنی ہر نبی اپنے اپنے وقت میں اخلاق کی ایک خاص صفت کا مظہر تھا مگر عرب کا عظیم الشان نبی اخلاق کی تمام شاخوں کی آبیاری کرتا ہے اور گذشتہ تمام کتب سماوی قرآن کریم کے اندر سما گئی ہیں اور یوں ماضی کے تمام تنازعات اور اختلافات مٹا دیئے گئے ہیں۔ ایک عیسائی محمد رسول اللہ کو مان کر مسیح کا منکر نہیں ہو سکتا۔ ایک ہندو قبول اسلام کے بعد کرشن اور رام چندر کا بھی معتقد رہے گا۔ ایک یہودی قرآن کریم پر ایمان لا کر اصل تورات کا بھی مومن رہے گا۔ پس سابقہ انبیاء اور سابقہ کتب کی تکریم و تعظیم میں کچھ فرق نہیں آئے گا آئندہ کا یہ انتظام کر دیا گیا کہ نہ نیا کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ اور نہ کوئی نئی کتاب نازل ہوگی یوں انسانوں میں کوئی نئی تفرقہ بازی یا متنازعات پیدا ہونے کا کوئی مزید موقع پیدا نہیں ہوگا۔ ختم نبوت نے جہاں سابقہ کدورتوں کو دھو ڈالا وہاں نئی کدورتوں کے امکانات بھی بند کر دیئے اور اس وقت یہی انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ انسانوں کے دلوں سے اگر کدورتیں دور ہو جائیں ناجائز توفق اور تفاخر کے خیال جاتے رہیں۔ نسلی برتری ایک داستان پارینہ بن جائے اور مساوات اپنی صحیح شکل میں قائم ہو جائے تو روسی کو امریکی سے اور امریکی کو افریقی سے کوئی نفرت نہ رہے گی۔ اور قوموں میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ تب انسان ایک ایسی برادری میں منسلک ہو جائے گا جس کے افراد ایک دوسرے پر نثار ہونے کے لئے ہر وقت تیار ہوں گے۔ ایک دوسرے کے لئے قربانی کے جذبات دلوں میں خود بخود پیدا ہونے لگیں گے اور اس وقت کا سائنسدان ہلاکت آفرین آلات بنانے کی بجائے آرام وآسائش پیدا کرنے کے سامان مہیا کرنے میں لگ جائے گا۔ سفر کی صعوبتیں کم ہو جائیں گی۔ غذا کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ غریب وامیر بھائیوں کی طرح رہنے لگ جائیں گے۔ مرد اور عورت محبت اور موانست سے زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ اور یہ وقت وہ ہوگا جب دنیا بقعہ نور بن جائے گی۔ اور انسانیت مصیبتوں بیماریوں اور جنگوں سے نجات حاصل کرے گی۔ ایمان اور ایقان اور عرفان کی منازل طے کر کے اپنے پیدا کرنے والے کا نام دنیا کے کونہ کونہ میں بلند کرنے لگ جائے گی۔

نام نہاد علمبرداران ختم نبوت

افسوس ہے کہ علمبرداران ختم نبوت نے جلوس تو بہت نکالے جلسے بھی خوب کئے ان کے نعروں سے فضاء آسمانی بھی گونجتی رہی مگر اس عقیدہ میں جو اتفاق، اتحاد نظم وضبط، محبت والفت، آرام وسکون، امن وامان، ترقی اور آسودگی، مضمر تھی اس کو کسی نے آشکار نہ کیا۔ ختم نبوت کے نام پر خون خرابہ اور دھینگا مشتی کرنے والے ذرا غور کریں کہ قرآن تو اس نظریہ کے ذریعہ تمام نوع انسانی کو اکٹھا کرنا چاہتا ہے مگر یہ لوگ اسلام کی اپنی چار دیواری ہی میں خون خرابہ اور ہلڑ بازی کر کے سمجھ رہے ہیں کہ وہ اس دین فطرت کی کوئی بہت بڑی خدمت سرانجام دے کر ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ ہمیں تو اس عقیدہ میں انسانیت کی فلاح وبہبود کا سامان نظر آرہا ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے کلمہ گو بھائیوں کے گلے کاٹ کر اور خون کی ندیاں بہا کر تحریک ختم نبوت کو چلانا چاہتے ہیں۔ ختم نبوت پیغامِ وصال ہے نہ کہ وجہ نفاق یہ دلوں کو

جوڑنے والی تعلیم ہے نہ کہ بھائیوں کو بھائیوں سے جدا کرنے والا خونی عقیدہ۔

اسلامی تعلیمات اور اتحاد نسل انسانی

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح خدا وحدہ لاشریک ہے اسی طرح اس کے حضور سے بھیجا ہوا رسولؐ بھی تمام دنیا کے لئے ایک ہی ہے۔ اور تمام دنیائے اسلام کا مذہب بھی ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے یعنی دین امن اور اس کی نازل کردہ کتاب بھی ایک ہے۔

روس اور امریکہ انسانی قیادت کے اہل نہیں

اس وقت دنیا خروشیف سے ہدایت حاصل نہیں کر سکتی۔ خروشیف خدا اور مذہب پر استہزا کرتا ہے۔ اس کے ہاں اخلاق کا کوئی ضابطہ نہیں، ہاں حکومت کی طاقت کے سامنے سب کو جھکنا ہے۔ حکومت جس قماش کے لوگوں کے ہاتھ میں ہوئی۔ اسی قسم کے اخلاق رعایا میں پیدا ہوں گے۔ سٹالن کی پالیسی اور تھی۔ خروشیف نے اسے مورد عتاب بنایا اور نئی پالیسی کا نفاذ کر دیا۔ عام دنیا خروشیف کے نظریات سے مطمئن نہیں ہو سکتی اسی طرح آج امریکہ کے قائدین دنیا کے لئے چشمہ ہدایت نہیں بن سکتے ان کے اپنے ملک میں کالی نسل کے لوگوں سے ناروا سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس طرح یورپ کی سفید فام اقوام ابھی تک رنگ دار نسلوں سے جلب منفعت کی پالیسی پر قائم ہیں۔ یہ قومیں تمام انسانیت کی قیادت کی اہل نہیں۔

اسلام کی مقبولیت

مذاہب میں مسیحیت آج تک مادی سامانوں اور طاقت کے بل بوتے پر پھیلتی اور پھولتی رہی۔ لیکن اب دنیا کی قومیں آزادی کے خواب دیکھ رہی ہیں جو جو اقوام آزاد ہوتی جا رہی ہے وہاں عیسائی مشنری بھی ملک بدر ہو رہے ہیں۔ آج افریقہ میں عیسائیت کو اسلام کے ہاتھوں شکست مل رہی ہے۔ ہندومت کوئی تبلیغی مذہب نہیں ہے۔ اسے بھارت کے باہر کہیں مقبولیت نہیں اور نہ ہی اصولوں میں کوئی جاذبیت ہے۔ اس وقت اسلام ہی ایک واحد مذہب ہے جو ایک طرف افریقہ کے پسماندہ لوگوں کو رفعت، بلندی، خودداری اور احترام آدمیت کے اصول سکھا رہا ہے اور دوسری طرف یورپ کی آزاد اور حد سے زیادہ ترقی یافتہ اقوام کو اعتدال پر لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسلام کو دونوں طبقوں میں فوقیت حاصل ہو رہی ہے۔ کاش کہ مسلمان تبلیغ اور اشاعت کی تحریک میں وابستہ ہو کر دنیا کو پیغام حق دینے میں جدوجہد کرے۔ دنیا اس پیغام کو سننے کے لئے تیار ہو۔ صرف مشنریوں کی کمی ہے۔

احمدیت کا کارنامہ

احمدیت کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس نے اسلام کی باقاعدہ اشاعت شروع کر دی اور بانی تحریک احمدیت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اشاعت اور تبلیغ کا بھولا ہوا سبق یاد کرا دیا ہے۔ اس وقت افریقہ میں، امریکہ میں اور تمام یورپی ممالک میں احمدیوں کے ذریعہ اسلام کا پیغام عام کیا جا رہا ہے اور جہاں کہیں اسلام کی آواز بلند کی جاتی ہے وہاں ہی اس کو سننے والے اور قبول کرنے والے لوگ پیدا ہو رہے ہیں، مسیح کی آمد کا انتظار بھی احمدیت کی تعلیم کے پرزور دلائل سے ختم ہو چکا ہے۔ اب خود مُلّا مہدی اور مسیح کی آمد ثانی کے وعظ نہیں کرتا۔ مسیح کی حیات کا کہیں تذکرہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت جہاں مسیح کی وفات کے ساتھ مسیحیت کی وفات بھی ہو چکی ہے وہاں مُلّا بھی اپنا غلبہ اور اقتدار کھو چکا ہے۔

اب مسیح دنیا میں دوبارہ آ کر ختم نبوت کے تخت پر جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کے آخری نبی اور آخری نجات دہندہ ہیں۔ کوئی اسرائیلی نبی دنیا کی مصائب کا حل دریافت نہیں کر سکتا۔ پس دنیا کو اب محمد رسول اللہ ہی آستانہ پر جھکنا ہے۔ وہی دنیا کو مصائب سے نجات دلا سکتے ہیں اسرائیلی کے مکتب سے تیار شدہ خلفاء اللہ آئمہ تعلیمات اسلامی کی اشاعت کر کے دنیا کو رشد و ہدایت کے سبق سکھلا سکتے ہیں۔

پس وقت آ گیا ہے کہ ختم نبوت کے عقیدہ کی زور سے تبلیغ کی جائے اور گذشتہ انبیاء کی دوبارہ تشریف آوری یا نئے انبیاء کے ظہور کے غلط عقائد کا ابطال کیا جائے کیونکہ تمام نسل انسانی کا اسی میں فائدہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ دنیائے انسان بالعموم اور دنیائے اسلام بالخصوص ختم نبوت کے عقیدہ کو خوب سمجھ لے اور اس پر عمل پیرا ہو کر بکھری ہوئی۔ سہمی ہوئی۔ گھبرائی ہوئی متفرق اور منتشر انسانیت کو امن و سلامتی کی دولت سے مالا مال کر دے۔ ہماری جماعت کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے امام وقت کو پہچان لیا وہ انسانوں کی بیماریوں کے معالج بن کر قرآن کریم کا نسخہ ہاتھ میں لئے ہوئے بیمار قوموں کے علاج میں مصروف ہو گئے۔ خدا عام مسلمانوں کو بھی توفیق بخشے کہ وہ اس کارکن جماعت سے تعاون کر کے اشاعت اور تبلیغ کی تحریک کو تقویت پہنچائیں۔ آمین

انسانوں کا اس عالم فانی سے عالم جاودانی کا کوچ

از: محترمہ نصرت مبارک احمد شیخ

''سب ذی روح ختم ہو جائیں گے سوائے تیرے ذوالجلال والاکرام رب کی ذات کے''

اسلام چونکہ ہر معاملہ میں میانہ روی کا درس دیتا ہے۔ اور یہی درس اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر موقع پر نظر آتا ہے۔ جیسے کہ جب آپ کے فرزند طاہرؓ کم سنی میں انتقال فرما گئے تو شدت غم سے خاموش رخسار مبارک پر آنسو بہہ نکلے، کوئی جزع وفزع نہ فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر دفن فرما دیا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا مرزا مبارک احمد کچھ عرصہ بیمار رہا۔ بہت تکلیف میں تھا۔ حضور رات دن اس کی تیمارداری کرتے رہے۔ دعائیں بھی جاری رکھیں۔ مگر اس کی حیات مختصر تھی صرف 8-9 سال کی عمر میں بیماری ہی کے عالم میں جب حضرت صاحب کمرے میں آئے تو بستر سے اٹھ کھڑا ہوا، دونوں ہاتھوں سے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا اور کہا اچھا ابا اب مجھے نیند آ رہی ہے اور اسی نیند میں ابدی راحت پا گئے۔ حضرت صاحب کے بشرے تو غم ظاہر ہوتا تھا مگر کوئی کلمہ ناشکری کا ادا نہ فرمایا۔

حضرت مولانا نور الدین صاحب کے تو شاید 8 یا 9 بچے کمسنی میں داغ مفارقت دے گئے تو اللہ تعالیٰ نے دل کی تشفی کے لئے جی میں ڈالا نور الدین اگر تم مرجاتے پھر بھی تو بچوں کے لئے داغ مفارقت ہی ہوتا۔ اس سے مولانا صاحب نے کوئی کلمہ غم واندوہ کا منہ سے نہ نکالا۔ راضی برضا ہو گئے فرماتے ہیں پھر اللہ نے رحم فرمایا اور ایک باغ اور لگا دیا یعنی دوسری بیوی سے 4 بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرما دی۔ اب جبکہ دنیا اتنی ترقی کر گئی ہے۔ ابھی بھی پاکستان ہی خصوصاً موت، فوت پر بعض لوگ کئی روز تک ماتم کرتے بلکہ بین کرتے ہیں اور صدمہ سے نڈھال گھر والے وفات یافتہ کا قل، دسواں، چہلم، برسی کے انتظامات میں بادل نخواستہ وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں جبکہ اسلام میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہاں بقول مولانا نور الدین صاحب فرماتے ہیں مردے کو دعائیں۔ صدقہ خیرات کا ثواب ملتا ہے لیکن قرآن شریف وحدیث سے مولوی بلوا کر ادائیگی کر کے قرآن پڑھوانا بھی ثابت نہیں۔

یہاں مجھے سر ظفر اللہ خان مرحوم جج انٹرنیشنل کورٹ قومی عدالت ھیگ کی والدہ کا ایک بصیرت افروز واقعہ یاد آ گیا ہے جو انہی کے الفاظ میں درج کرتی ہوں۔ یاد رہے کہ والدہ صاحبہ سر ظفر اللہ خان نہایت نیک، صدق وصفا والے دل کی مالکہ تھیں۔ صاحبہ کشف ورویا تھیں۔ چھوٹی عمر میں بیاہ کر ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے آئیں۔ ان کے خاوند چوہدری نصر اللہ خان اس زمانہ میں لاہور میں وکالت پڑھ رہے تھے۔ صرف چھٹیوں میں گھر آتے تھے۔ اس تنہائی اور بڑے وسیع سسرال میں ان کے سسر چوہدری سکندر خان ہی ان کے ہمدرد غمخوار تھے۔ وہ بھی دل سے ان کا احترام کرتی تھیں۔ ان کے سسر چوہدری سکندر خان کا جب انتقال ہوا تو اس زمانہ میں دستور تھا کہ اپنے اخلاص کا مظاہرہ بہت زیادہ رو دھو اور بین کر کے کیا جاتا تھا کیونکہ ناتجربہ کار تھیں۔ اس لئے انہوں نے سسر کے انتقال پر خوب ماتم کیا۔ کچھ دن بعد سسر خواب میں آئے اور والدہ ظفر اللہ خان صاحبہ کو دوزخ میں وہ عورتیں برے حال میں دکھائیں جو جزع فزع کے ساتھ دنیا میں مرحومین کا ماتم کرتی تھیں۔ پھر روضہ رسولؐ اور حضرت فاطمہؓ کا مزار اقدس دکھایا جو ایک خوشنما باغ ہی تھا۔ اور سرہانے شفاف پانی کا چشمہ چل رہا تھا۔ والدہ صاحبہ نے اس خوارہ نما چشمہ سے وضو کیا اور آئندہ ماتم سے توبہ کی اس کے تھوڑے عرصہ بعد قریبی عزیزوں میں ایک مرگ ہو گئی۔ گرچہ توبہ تو کی تھی مگر کچھ سسرال کے ڈر سے اس توبہ پر بکلی قائم نہ رہ سکیں اور ماتم کیا۔ اس کے بعد تو اتر سے خواب آنے لگے کہ ان کے جسم پر زہر آلود چیونٹیاں چڑھ رہی ہیں وہ جتنا ہٹاتی ہیں اس سے کئی گنا اور حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ رات کی نیند اچاٹ ہو جاتی۔ اضطراب بڑھ جاتا۔ پھر سسر صاحب خواب میں تشریف لائے اور کہا کہ آپ اپنے وعدہ پر قائم نہ رہیں۔ اب خوب توبہ استغفار کریں۔ نیز ایک چادر دی کہ اس کا پردہ کر کے اسی حوض میں غسل کر لیں۔ والدہ فرماتی ہیں اسی حوض کے پانی سے مجھے ایسی سکینت ملی کہ وہ اضطرابی کیفیت دور ہو گئی۔ اب میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب کوئی اچھا منائے یا برا میں ماتم نہ کروں گی۔

مگر ابھی ایک مرحلہ اور درپیش تھا کہ والدہ ظفر اللہ خان کی نند کا سب سے بڑا جوان بیٹا قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔ اور ان کو اپنی قریبی عزیزوں کے ساتھ نند کے گھر جانا پڑا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی ہمراہیوں سے کہا کہ آپ کو میرے تمام خواب معلوم ہیں ۔ میں اب ہرگز ماتم نہ کروں گی۔ بلکہ آپ بھی گریز کریں۔ ہمراہی عورتوں پر بھی کچھ اثر ہوگیا۔

اس زمانہ میں جس گھر میں مرگ ہوجاتی تو پڑوسی، ہندو، سکھ، مسلمان سب اپنی چھتوں پر کھڑی ہوکر ان کا جزع فزع کا تماشہ دیکھا کرتیں تھیں ۔ فرماتی ہیں جب میں اور میری ہمراہی خواتین خاموشی سے گلی سے گذر کے مرگ والے گھر جارہی تھیں تو چھت پر کھڑی عورتیں آوازیں کسنے لگیں ۔ والدہ ظفر اللہ خان صاحبہ اور دیگر ہمراہ خواتین نے ان کی طنز کا کوئی جواب نہ دیا۔ والدہ نے تو صاف کہہ دیا کہ میں کسی رسم وواویلہ میں حصہ نہ لوں گی۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ کا یہ واقعہ تو میں نے لکھ دیا۔ ساتھ ہی ذہن نے ایک اور صابر، شاکر، کم گو خاتون یعنی میری والدہ سیدہ مبشرہ جن کے والد حیدر آباد دکن میں عبد القادر جیلانیؒ کے پاکباز جانشین میر محمد سعید صاحب حیدر آبادی تھے۔ جن کو ان کی ایمان کی بصیرت نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ کا سن کر حیدر آباد دکن سے ہزاروں میل کا سفر کر کے قادیان آنے پر مجبور کیا۔ کچھ روز حضرت صاحب کی صحبت میں گزارے اور بیعت کر کے ہی واپس تشریف لے گئے ۔ ہزاروں کی تعداد میں مریدین ساتھ چھوڑ گئے مگر کوئی ملال کا شائبہ بھی نہ آیا بلکہ جو خاص مریدین دریافت کرتے کہ حضرت آپ کی یہاں اسقدر قدرومنزلت اور آپ اس کو چھوڑ رہے ہیں جواباً فرماتے ہیں ہم ستارے تھے اب سورج نکل آیا ہے اب ہماری ضرورت نہیں ۔ میرا تو مشورہ ہے کہ آپ بھی حضرت مرزا صاحب کی بیعت کرلیں۔

میری والدہ کی شادی میاں عبد اسلام عمر ولد حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ سے ہوگئی۔ ہمارے ابا ہمیں کم عمری میں ہی یتیم کر کے خدا کے پاس چلے گئے ۔ میری والدہ کی عمر بمشکل 41 سال تھی ۔ میری والدہ نے رضائے الٰہی کی خاطر نہایت صبر وتحمل سے کام لیا۔ حتیٰ کہ ہمارے سامنے رونے سے بھی گریز کرتیں اس کے بعد بھی ان پر کئی بھاری آزمائشیں آئیں جس نے ان کے خشوع وخضوع ہی کو بڑھایا۔

پیاسی زندگی کو شاداب بنانے کیلئے چند روحانی پیغامات

انگریزی سے ترجمہ: نصرت مبارک صاحبہ

سرینام سے چھپنے والے یہ مضامین جو ہر ایک سعید روح کی طراوت کا باعث بنیں گے۔ ان کا ترجمہ میں نے ”پیاسی زندگی کو شاداب بنانے کے لئے چند روحانی پیغامات“ کے نام سے کیا ہے۔ ایک زمانہ سے میری خواہش اور کاوش ہے کہ جہاں ہمارے بچے دنیا میں اچھے ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان وغیرہ بنیں وہ اچھے انسان بھی ضرور بنیں ۔ اس سلسلہ میں میری دو مختصر کتب ”اچھے پاکستانی بچے“ اور ”سکون دل“ تو آپ کی نظر میں گذر ہی چکی ہوں گی۔ اب یہ مضامین ”پیغام صلح“ میں قسط وار چھپیں گے۔

حقوق العباد

انسان کو آسمان کی طرح وسیع ظرف ہونا چاہیے۔ اس کو لوگوں کے ذہنوں میں نئے صحت مند خیالات، بھلائی کے بیج بونے چاہئیں۔ اسی طرح اسے زمین کی طرح وسیع بن کر ایسی اچھائیاں پیدا کرنی چاہئیں جن سے دوسروں کا بھلا ہو۔ اس کو اپنے آپ کو اس قابل بنانا چاہیے کہ خدا سے روحانی معرفت حاصل کر کے انسانوں میں وہ اچھائیاں تقسیم کرے جو خدا نے حقوق العباد کے طور پر اس پر فرض کی ہیں۔ وہ کبھی خسارہ میں نہ رہے گا۔ زمین اس پر اپنے خزانے لٹادے گی۔ ہر لحہ اس پر رحمتوں کی برسات ہوگی جس میں کبھی کمی نہ آئے گی۔ نیچر کی بہترین پیداوار انسان ہے۔ وہ اس کا قابل فخر بیٹا ہے۔ اس کو اپنی ماں یعنی نیچر کے نقش قدم پر ہی چلنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

سلطان القلم

از: ملک بشیر اللہ خان راسخ

نگاہ اٹھا کر مشرق کی طرف تو دیکھو ہندوستان کے کفر والحاد کے ریگذار میں بسنے والی مخلوق، حق وصداقت کے چشمہ حیات سے محروم مخلوق کفر وشرک اور شکوک و شبہات کے بھاری بھرکم پہاڑوں کے نیچے کچلی ہوئی روحوں اور مدقوق جسموں کے لئے پھر مسیح ابن مریم علیہ السلام نے مہدویت کی چادر اوڑھے دمشق کے مشرقی کنارے ''قدعۃ'' قادیان میں نزول فرمایا ہے۔ دیکھو مرد خدا نگاہ دوڑائی اور حکم الٰہی سے صدا بلند کی:

منم مسیح بہ بانگ بلندمی گویم

منم خلیفہ شاہے کہ برسما باشد

اذن الٰہی سے مردے زندہ ہونے لگے، لنگڑے، لولے اور کوڑھی سرعت سے شفایاب ہونے لگے۔ نابینا پھر سے دیکھنے لگے۔ رات کا رخ پلٹا، دن کی فضا بدلی، سرد راکھ کی آغوش میں سرخ چنگاریاں جنم لینے لگیں۔

نیچریت و مادیت کی برف سے ڈھکے منجمد قلوب صداقت وحی و رسالت کی دھڑکنوں سے متحرک ہونے لگے۔ خشک فقہ کی خاردار جھاڑیوں میں الجھے، خشک و بنجر دماغ حقیقی فلسفہ کی بارش سے سیراب ہوکر معرفت حقیقی کے دقیق نکات بیان کرنے لگے۔

صداقت وحی پر عملی دلیل ڈھونڈنے والے خود صاحب کشف والہام ہونے لگے۔ کیونکہ امام زمانہ دعویٰ کر چکے تھے۔

وہ خدا اب بھی بنا تا ہے جسے چاہے کلیم

اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

دہریت کے بادلوں سے ڈھکے فلک پر نور اسلام کا سورج طلوع ہوا۔ حق و صداقت کی کرنیں ہر سو پھیلنے لگیں۔

دین حق کا چاند رات کی قید سے آزاد ہوکر دن میں بھی اپنی بھرپور چمک دکھانے لگا۔

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

سلطان قلم کا قلم جنبش میں آیا، براھین عام اور حجت تمام ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''سلطان القلم'' تھے ان کے قلم سے ٹپکنے والی ہر بوند تاریک قلوب میں ایک نور پیدا کرتی ہے اور مسلسل معرفت اور نور کی برسات لیے ان تحریرات نے جس طرح حق وصداقت سے محروم دلوں اور بنجر روحوں کو زرخیز کیا ہے معجزہ نہیں تو پھر کیا ہے؟ عقلمند لوگوں کے لئے مسیح موعود علیہ السلام نے جو چشمہ معرفت تائید الٰہی سے جاری کر دیا ہے اس کا آب حیات پینے میں آخر دیر کس بات کی ہے۔ آپؑ روحانی طاقت و جرات و بہادری اور مردانگی کا ایک زندہ نشان ہیں۔ میدان روحانیت میں آپ کے مدمقابل نہ کوئی رستم سراب کبھی ٹھہرا اور نہ ہی کوئی قیامت تک ٹھہرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکت اور آپ کی تعلیمات کسی کی میراث نہیں، نہ ہی اسے کسی چاردیواری میں قید کیا جاسکتا ہے اور نہ انہیں سرحدوں کا پابند بنایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ آپ کا پیغام عالمگیر ہے اور آپ کی تعلیمات سراپا نور جن پر رب العالمین اور رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تائیدی مہر ثبت ہے۔ کون ہے جو اس نور کو بجھا سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک آپ کے مقدس مشن اور مخلص پیروؤں کو ختم کرنے کے لئے ہر جھاڑی کے پیچھے ایک قاتل نظر آتا ہے اور ہر تلوار اور گولی کا رخ ان کی طرف ہے۔

ہم سب کو تقویٰ کی زرہ بکتر پہننی ہوگی۔ گریہ وزاری سے کی ہوئی دعاؤں کی بلٹ پروف جیکٹ پہن کر ہر طرف نکلنا ہوگا۔ اگرچہ چشمہ معرفت تک پہنچنے کے

لئے راستہ انتہائی پرخار اور اذیت ناک ہے مگر قلب وروح کی سیرابی کے لئے ہمیں اس دشوار گذار راہ سے گزرنا ہی ہوگا۔ آنکھ سے ٹپکا ہوا ہر سچا آنسو ایک ایسی حرارت اپنے اندر رکھتا ہے جو ان سب خاردار اور پرخطر راستوں اور ان پر دھاک لگائے ہر خطرناک دشمن کو جلا کر راکھ کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام زمانہ ہمیں سکھلا گئے کہ ''ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے''

امام علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ''تیری جماعت صحابہ کی جماعت ہوگی''

ہم سب کو اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا ہے کہ کون کیا ہے اور کہاں کھڑا ہے ہم سب مسیح موعود علیہ السلام کے بے حد مقروض ہیں ایسا نہ ہو کہ اس قرض کا بوجھ کاندھوں پر اٹھائے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ ہم سب کی یہ کس قدر خوش قسمتی ہے کہ اس سلسلہ حق سے نسبت رکھتے ہیں گو ہم تعداد میں تھوڑے ہی سہی ۔اگر ہم صحیح معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی کا حق ادا کریں تو پھر یقیناً یہ قلت کثرت پر غالب آسکتی ہے جیسا کہ اس کا نمونہ ہمیں خاتم النبین وخاتم المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے وقت میں ملتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم صحابہ کے قدم پر ہوں۔

نہ تو ہمیں اس ظاہری قلیلی نسبت پر فخر کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو اکثریت پر متکبر ہونا چاہیے جیسا کہ ''خلافت والے'' ہوتے ہیں۔

سلسلہ احمدیہ سادہ، مخلص، عاجزوں، فقیروں اور خدمت گاروں کا سلسلہ ہے نہ کہ وڈیروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا سب عاجزی اختیار کرلیں اور تکبر ترک کردیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکامات پر عمل کرنا اگر مشکل بھی ہو تو کم از کم اپنی کمزوری تسلیم کی جائے نہ کہ بے جا تاویلات سے اصل حکم کو مسخ کیا جائے۔ صرف اللہ کا خوف دلوں میں رکھیں بعد اس کے حضرت نبی آخر الزمان محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کی سچی محبت کو دل میں جگہ دی جائے ۔کمزور اور غریب کی دادرسی کی جائے۔ منافقت اور جھوٹ کا لبادہ اتار کر پھینک دیا جائے تو یقیناً یہ جماعت بہت ترقی کر سکتی ہے۔

رپورٹ ماہانہ تقریب شبان الاحمدیہ مرکزیہ

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور کے زیر اہتمام ''نماز ترقی کی راہ'' کے موضوع پر مورخہ 27 فروری 2011ء بروز اتوار جامع دارالسلام، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور میں بچوں اور شبان کے لئے خصوصی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم سلمان شکیل صاحب نے سرانجام دیئے۔ نعمان شکیل نے تلاوت قرآن پاک سے تقریب کا آغاز کیا۔ محی الدین صاحب نے ملفوظات مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا نماز کی اہمیت اور حقیقت پر زور موجود تھا۔ قاری ارشد محمود صاحب نے ''نماز ترقی کی راہ'' کے موضوع پر دلچسپ لیکچر دیا جو کہ حاضرین کے لئے بہت دلچسپی کا باعث بنا۔

لیکچر کے اختتام پر سوال وجواب کی نشست کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں بچوں، بڑوں اور خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سوال وجواب کی نشست کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو عملی طور پر قائم کرنے اور بزرگوں کی نماز کی روایت کو آگے بڑھانے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام ممبران جماعت کے لئے انتہائی خشوع وخضوع سے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس چھوٹی سی جماعت کو نماز اور دین کے دوسرے ارکان کا پابند بنائے اور روحانی لحاظ سے وہ ترقیات نصیب فرمائے جو وقت کے امام کی خواہش تھی۔ جماعت کے تمام افراد کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور احباب جماعت کی تمام پریشانیوں کو دور فرمائے۔ آمین

تقریب کے اختتام پر حاضرین کو چائے وغیرہ پیش کی گئی۔

☆☆☆☆

توحید اور ختم نبوت اسلام کی بنیادیں

سعدیہ فیاض، ایم اے بی ایڈ (اوکاڑہ)

ایک قادر مطلق اور ہمہ صفت موصوف ہستی پر یقین اور اس کو ایک جاننا تعلیم محمدیؐ کی پہلی ابجد ہے۔ اسلام سے پہلے جو مذاہب تھے توحید اور خدا کی صفات پر ایمان ان کا بھی حصہ تھا لیکن ان کی تعلیمات میں ترتیب مفقود تھی۔ آنحضرت صلعم نے اس مسئلہ کی اصلی اہمیت محسوس کی اور اس کو اپنے نصاب درس کا پہلا سبق اور اعمال و اخلاق کی بنیاد قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا اگر چاہے تو انسان کے تمام گناہ معاف فرمادے گا لیکن توحید سے انکار ایسا گناہ ہے جسے کبھی معاف نہ فرمائے گا۔ اسی کے ساتھ ساتھ خالص توحید کا بیان، اسماء وصفات کی تشریح، شرک کے ہر پہلو کی نفی اور توحید کے ہر پہلو کی تکمیل بھی تعلیم محمدیؐ کی امتیازی شان ہے۔ سیرت النبیؐ کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ نبوت محمدؐ کی غرض و غائیت صرف تخیل یا نظریہ آرائی کا فلسفہ نہ تھا بلکہ اس کا مقصد ایک زندہ، نیکی اور تقویٰ والی قوم کو پیدا کرنا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ایک صحیح مذہب کا تصور ان کے سامنے نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے ان تمام فراقات کو اجور اوہام کو جن کو دین کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ یک قلم محو کر دیا اپنی تعلیمات سے شرک کی تمام صورتیں مٹا دیں۔ اور ان کی جگہ سنجیدہ حقائق اور سچائیوں سے معمور چند عقاید کی تعلیم دی جو انسان کے تمام اعمال اور اخلاق کو بنیادی پتھر ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب نے بیان القرآن میں توحید سے متعلق بہت ساری آیات بیان کی ہیں:

''اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی انصاف پر قائم ہو کر۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں غالب حکمت والا ہے'' (سورۃ آل عمران آیت نمبر 18)

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر تین قسم کی شہادت پیش کی ہے۔ اوّل خود اللہ تعالیٰ کی شہادت۔ دوسری شہادت ملائکہ کی جن کا تعلق پاک فطرت انسانوں سے ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی جب گردوپیش کے حالات سے متاثر نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر گواہی دیتی ہے۔ اور تیسری علم والوں کی شہادت جو در حقیقت دنیا کی الہامی کتابوں کی شہادت ہے۔ کہ وہ سب بہت سی باتوں میں اختلاف رکھتے ہوئے بھی اس بات پر متفق ہیں کہ خدا ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولوالعلم کے ساتھ قائما بالقسط کی شرط بھی لگا دی ہے کہ اہل علم اگر انصاف پر قائم ہوں تو وہ بھی یہی گواہی دیں۔

اب میں آؤں گی موضوع کے دوسرے حصے کی طرف جو ختم نبوت سے متعلق ہے۔

مولانا محمد علی صاحب سورۃ النساء کے رکوع نمبر 10 کی تفسیر جو ختم نبوت سے متعلق ہے کچھ اس طرح سے بیان القرآن میں کرتے ہیں کہ ہر رسول مطاع ہوتا ہے مطع نہیں ہوتا۔ اس لئے آپؐ کے بعد اس امت میں اگر کوئی رسول آئے گا تو وہ خود مطاع ہوگا۔ اس صورت میں رسول پاکؐ خود مطاع نہ رہیں گے بلکہ مطع ہوں گے۔ اور یہ خلاف قرآن ہے۔ بس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے۔ آگے مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں وہ غور کریں کہ اب اگر حضرت عیسیٰ آئیں تو منصب رسالت کے ساتھ آنے چاہئیں۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مطاع ہوں گے اور رسول کریم مطع۔

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 40 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے'' مولانا محمد علی صاحب اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ خاتم کے معنی مہر بھی ہیں اور آخر بھی۔ اس طرح خاتم النبین کا معنی ہوا آخری نبی۔ اس کے علاوہ آپ نے ختم نبوت سے متعلق ایسی احادیث کا ذکر بھی کیا ہے۔ جن پر تقریباً تمام عالم متفق ہیں۔

حدیث اوّل جس میں خاتم النبین کی تفسیر زبان نبوی سے مروی ہے یہ کہ

میری مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اسے اچھا اور خوبصورت بنایا سوائے کونے کی اینٹ کے۔ تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی۔ سو میں وہ اینٹ ہوں۔

دوسری حدیث جس پر اتفاق ہے وہ یہ کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ہر ایک ان میں سے یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں۔ اور میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تیسری حدیث جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے۔ یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء پر فوقیت دی گئی ہے۔ ان میں سے چھٹی چیز یہ ہے کہ ''میرے ساتھ نبی ختم کر دیئے گئے ہیں''۔

اب میں حضرت مسیح موعودؑ مجدد صد چہاردھم کے کچھ فرمودات بیان کروں گی ۔جس میں انہوں نے خود رسول کریمؐ کے خاتم النبین ہونے کے بارے میں ثبوت فراہم کئے ہیں۔

۱۔ آپ ازالہ اوہام صفحہ نمبر 544 پر بیان کرتے ہیں کہ یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فسادِ عظیم کا موجب ہے جس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر شروع ہو جاوے اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کرے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا۔ یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔

۲۔ ازالہ اوہام صفحہ نمبر 761 میں فرماتے ہیں کہ خاتم النبین کے بعد کسی رسول کا آنا جائز نہیں خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے ۔اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

۳۔ ازالہ اوہام صفحہ نمبر 583 میں لکھتے ہیں کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جاوے۔ اور ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون میں قرآن پاک سے توارد رکھتی ہو، پیدا ہو جاوے سو جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔

اس پوری آیت کو سمیٹے ہوئے آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گی کہ توحید اور ختم نبوت اسلام کی بنیاد ہیں۔ ہم احمدی بھی اس بات پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا موقف دنیا پر واضح کرنے میں ہماری مدد کرے۔ اور ہمیں سچا مسلمان ثابت کر دے۔

جماعتی خبریں

انتقال پر ملال

احباب و خواتین جماعت کو یہ پڑھ کر دکھ ہوگا کہ راولپنڈی میں ہمارے مخلص بھائی ظہور الرحمٰن صاحب کی والدہ محترمہ جو کچھ عرصہ سے بیمار تھیں مورخہ 19 فروری 2011ء بروز ہفتہ اس جہاں سے چل بسیں۔

''بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کے بچے ظہور الرحمٰن صاحب، نور الرحمٰن صاحب، شفیق الرحمٰن صاحب اور حمود الرحمٰن صاحب نہ صرف پر جوش احمدی ہیں بلکہ دین کے کاموں میں نہایت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ مرحومہ کی ذات بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ نہایت ہی زاہدہ اور عابدہ خاتون تھیں۔ ہمیں اس حادثہ پر ظہور الرحمٰن صاحب اور آپ کے دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر کی توفیق دے۔ مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی اولاد میں دین کی خدمت کے جذبہ کو قائم رکھے۔ آمین

درخواست دعا

دارالسلام

محترم خرم جمیل صاحب جو کہ کافی عرصہ سے بیمار ہیں۔ ان کے اہل خانہ کی احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ ان کے لئے خصوصی طور پر اپنی نمازوں میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت یاب کرے۔

☆☆☆☆

بحیثیت احمدی ہماری ذمہ داریاں

منصور احمد (زیر تربیت مبلغ)

ترجمہ: ''چاہیے کہ تم میں ایک جماعت موجود رہے جو اسلام کی طرف لوگوں کو بلائے، نیک کام کرنے کا حکم کرے، بری باتوں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے کامیاب ہونے والے ہیں''۔ (آل عمران 104)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اچھے عمل کرنے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ مسلمانوں میں ایک گروہ موجود رہے جو دعوت حق کرتی رہے اس کے بغیر مسلمان قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس قوم نے اپنی جدوجہد کو ترک کر دیا اس میں تنزل اور انحطاط شروع ہو گیا۔ زندگی کے آثار اس سے دور ہو گئے اور وہ مردگی کی حالت کو پہنچ گئی۔ مسلمانوں کا تنزل اس وقت شروع ہوا جب انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصحت کرنے کی طرف کم توجہی کر دی۔

اس زمانہ میں جب اس کام کی طرف سے مسلمان غافل ہو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے مجدّد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو الہام کیا کہ ایک جماعت تیار کریں۔ حضرت مرزا صاحب نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہی ہے کہ حق پر دنیا کو قائم کیا جائے اور اشاعت اسلام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ایسے انسان پیدا کئے جنہوں نے توحید کی باریک راہوں کو اختیار کیا اور اپنے نمونہ سے لوگوں کو توحید کا سبق سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے معبوث فرمایا تاکہ اصل اسلام دنیا کے سامنے پیش ہو۔ ہمیں فخر ہے ہم نے اس زمانے کے امام کو پہچانا ہے اور اس جماعت میں شامل ہیں۔ اب قرآن مجید کے حکم کے مطابق ''کہ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔

ارشاد مسیح موعود ہے: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا خدا کی زمین میں اس کا خلیفہ اور اس کے رسول کا خلیفہ ہے۔

بحیثیت احمدی ہمارے ذمہ داری ہے کہ دعوت حق کے کام میں لگ جائیں اور اپنے بانی حضرت مرزا صاحب کے مشن کو تبلیغ حق کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیں۔ ہمیں تبلیغ کے لئے مشن قائم کرنے میں تصنیف وتالیف اور اشاعت اسلام میں مصرورف رہنا ہے۔ ہم نے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اسلامی تعلیمات کو دلکش اور پر حکمت طریق سے بیان کیا ہے۔ احمدیت احکام شریعت کی تابعداری کا درس دیتی ہے۔

ہم نے قرآن کریم کی حکومت کو قبول کرنا ہے۔ خدمت دین میں امام وقت کے حکم کے مطابق ہر قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہے۔ جماعت کے ہر فرد کو تبلیغ اسلام میں ایک مجاہد کی حیثیت سے کام کرنا ہے۔

ابتدائی احمدیوں کا نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ یورپی ممالک میں اسلام کا جھنڈا بلند کر دیا۔ حقیقی اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا۔ دین کی خاطر دنیا کی ہر خواہش کو قربان کر دیا یہاں تک کہ جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ جیسا کہ مولوی عبد الطیف شہید کی شہادت ہمارے سامنے ہے۔ حق کا دامن نہیں چھوڑا، مال وعزت اور جان کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

اس جماعت کا ہر فرد مبلغ ہے۔ جس ملک میں بھی گیا اشاعت اسلام کا مرکز بن گیا۔ ہم نے قرآن کریم کی تعلیم سے حکمت کے موتی تلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے ہیں۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دینا ہے۔

اپنے عہد کو پورا کرنا ہے۔ ہر فرد جو اس پاک جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ وہ یہ عہد کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے گا۔ ہماری زندگیوں کا مقصد ہدایت کا دنیا میں پھیلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو چن لیا ہے ہمیں صبر کے ساتھ ہر مشکل کا مقابلہ کرنا ہے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو لگانا ہے۔ ہم نے عملی رنگ میں نیکی کی طرف قدم اٹھانا ہے۔ حق کے قبول کرنے اور پھیلانے میں اگر رشتہ داریاں رکاوٹ ڈالیں تو چھوڑنا ہے، مال قربان کرنے ہیں، جانوں کے نذرانے پیش کرنے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نصرت آ کر رہے گی۔

ہم نے اپنے عمل سے دنیا پر واضح کرنا ہے کہ ہم ہی حقیقی توحید کے علم بردار ہیں جو انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو لگا دینا ہم نے اس مقصد کو پورا کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھو اب آخری دن ہیں اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ لوگ بے حیائی اور نفس پرستی میں حد سے گذرے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور توحید کا ان کے دلوں میں ذرا بھی خیال نہیں کوئی کام بھی ان کا خدا کے لئے نہیں ہے''۔

ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنے ایک خاص بندے کو بھیجا ہے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا میں نور پھیلا دے۔ گمشدہ ایمان اور توحید کو از سر نو دنیا میں قائم کرے۔ ہم نے اپنے آپ کو حق پر قائم کرنا ہے اور دوسروں کو حق پر قائم ہونے کی نصیحت کرنی ہے۔

قونوا مع الصادقین ارشاد الٰہی کی تعمیل کرنی ہے اور اس مشن کو جو خدا تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوا اس کو مکمل کرنا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی جماعت کو وصیت ہے ''اگر کوئی حیات چاہتا ہے اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جائے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے اور کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں''

ہمیں چاہیے کہ اعمال صالح پر قائم ہو جائیں اور اپنے عمل سے دنیا پر واضح کر دیں کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور اب قرآن کریم ہی ہدایت کا اصل سرچشمہ ہے۔ ہمیں تبلیغی کام کے لئے مشن قائم کرنے ہیں۔ اشاعت اسلام کے لئے مبلغین کو تیار کرنا ہے۔ اسلامی لٹریچر پیدا کرنا ہے۔ اس جماعت کا ہر فرد مبلغ ہے۔ ہم نے دنیا کے علوم پر اور جدید ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کرنا ہے۔ علم و فضیلت کی نئی سے نئی راہیں دریافت کرنی ہیں۔ قرآن مجید علم کا دریا ہے اس دریا سے حکمت کے موتی تلاش کرنے ہیں۔ دنیا کو اسلام کے نور سے روشن کرنا ہے۔

یاد رکھو مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونے کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو تاکید کی ہے۔ اس پر عمل نہ کرنے والا یقیناً رسول کریم صلعم کا نافرمان ہے۔ ہم نے اپنے عمل سے ثابت کرنا ہے کہ حقیقی مسلمان کون ہیں۔ دنیا مجبور ہو جائے یہ کہنے پر کہ اگر اسلام کی اصل تصویر ہے تو احمدی لوگوں کے اندر ہے۔

ہمیں چاہیے کہ حقیقی اسلام کو دنیا پر قائم کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محترم عبدالقیوم صاحب جو کہ کافی عرصہ سے بیمار تھے اور ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ اب ان کی صحت بہتر ہے۔ انہوں نے تمام احباب جماعت کا شکریہ ادا کیا ہے جنہوں نے ان کی صحت کے لئے دعائیں کیں۔

ان کی احباب جماعت سے درخواست ہے کہ ان کے لئے شفاء کاملہ کی مزید دعائیں جاری رکھیں۔

ان کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام احباب جماعت کو اللہ دنیا اور آخرت کی کامیابی نصیب فرمائے۔ اور دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچائے۔ آمین

عبدالقیوم

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دار السلام ۔ ۵ ۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

سلطان القلم یاد آگیا

جب بہار آئی مجھے اپنا چمن یاد آگیا
حضرت اقدس کا دورِ ضوفگن یاد آگیا

دل میں ''نورِ دین'' کی باتیں چٹکیاں لینے لگیں
خواجہ ''حسن بیان'' شیریں سخن یاد آگیا

طوطیِ اسلام وہ جادو بیاں عبدالکریم
تھا نقیب مہدی شاہ زمن یاد آگیا

آتش خوں سے بھی کھیلے ہیں شہید عبد الطیف
حق کی خاطر تھا ہمارا کیا چلن، یاد آگیا

اور پھر اقصائے عالم پر اٹھی میری نظر
ایک ''سلطان القلم'' باطل شکن یاد آگیا

ہے محمدؐ اور علیؓ کے نام سے مشہور وہ
تھا جو روح و جسم و جانِ انجمن یاد آگیا

نور عرفاں سے بھری وہ مجلسیں یاد آگئیں
جوشِ فتح بحر و برکوہ و دمن یاد آگیا

اور ان قدوسیوں کے در میں ہوں بیٹھا ہوا
وہ مسیحِ وقت گویا من و عن یاد آگیا

از: اعظم علوی

پناہِ دو عالم لوائے محمدؐ

مولانا مرتضیٰ خان مرحوم

مرا دین و ایمان ولائے محمدؐ — میں ہوں جان و دل سے فدائے محمدؐ

یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے — کہ دیکھوں رُخ دلکشائے محمدؐ

محمدؐ کے در کی فقیری ہے شاہی — زہے عزّ وشانِ گدائے محمدؐ

محمدؐ کا ہر حکم حکمِ خدا ہے — رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ

وہی باعث خلقِ کون و مکاں ہے — بنے مہر و ماہ از برائے محمدؐ

ملی سروری اس کو دونوں جہاں کی — پناہِ دو عالم لوائے محمدؐ

فراغت ہوئی اس کو درد و الم سے — وہ دل جو ہو ابتلائے محمدؐ

بصد شوق آنکھوں سے اپنی لگاؤں — ملے گر مجھے خاکپائے محمدؐ

حسن اس کو لاریب جنّت ملے گی

جو دل سے کرے اقتدائے محمدؐ